عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۱ | ۱۷ تا ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۸ تا ۱۵ مئی ۲۰۱۲ء | شمارہ: ۱۸

اسلام ایک ابرِ کرم

اسلام کا مؤثر ترین تعزیری نظام

بعض ناجائز تجارتی صورتیں

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

والدہ کے ترکہ میں بہن بھائیوں کا حصہ..... محمد فیضان، کراچی

س:...... ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں اور والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، والد حیات ہیں والدہ محترمہ نے ترکہ میں ایک مکان چھوڑا ہے۔ ہم یہ مکان بیچنا چاہتے ہیں، مکان کی کل قیمت سترہ لاکھ روپے ہے، تو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

ج:...... مرحومہ کی کل جائیداد (یعنی مذکورہ مکان کی قیمت) کو مساوی طور پر ۳۲ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے ۸ حصے مرحومہ کے شوہر (یعنی آپ کے والد صاحب) کو اور ۶/۶ حصے ہر ایک بیٹے کو جبکہ تین، تین حصے ہر ایک بیٹی کو ملیں گے۔

باپ کی زندگی میں وفات پانے والے بیٹے کا وراثت میں حصہ

محمد اشفاق، کراچی

س:...... زید کی ایک بیوی، ۳ بیٹے اور ایک بیٹی ہے اور زید کی ملکیت ایک مکان ہے۔ زید کی زندگی میں اس کے بڑے بیٹے کا انتقال ہوجاتا ہے اور اس بیٹے کی ایک بیوی ۲ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ اب زید کی جائیداد کی تقسیم میں اس کے بڑے بیٹے کا کیا حصہ ہوگا؟ یا اس مرحوم بیٹے کے بیوی، بچوں کا کیا حصہ ہوگا؟ اب زید اور اس کی بیوی کا بھی انتقال ہوگیا ہے۔ واضح رہے کہ زید کا انتقال پہلے ہوا، اس کے بعد اس کی بیوی کا ہوگیا۔ نیز والد صاحب کی زندگی میں تینوں بیٹے کماتے تھے، جو کماتے تھے والد صاحب کو دیتے تھے، یعنی رہنا سہنا ایک ساتھ تھا۔

ج:...... مرحوم کے کل ترکہ کو ۵ حصوں میں تقسیم کریں گے، جس میں سے دو حصے ہر ایک لڑکے کو اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا، اور جس لڑکے کا مرحوم کی زندگی میں انتقال ہوگیا، اس کا اور اس کی اولاد کا اس ورثہ میں شرعاً تو کوئی حصہ نہیں، مگر اخلاقاً دیگر ورثاء کو چاہئے کہ وہ راضی خوشی ان کو بھی کچھ دیدیں کیونکہ ان کے والد اپنی آمدنی اپنے والد کے حوالے کردیا کرتے تھے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے کچھ جمع نہ کرسکے ہوں۔ آپ لوگوں کے تعاون سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

بھانجی کی موجودگی میں خالہ سے نکاح

محمد بشیر، کراچی

س:...... زیتون کی بیٹی مسماۃ قریشاں محمد یعقوب کی بیوی ہے، مسماۃ ارشاد رشتے میں قریشاں کی خالہ ہے، اب قریشاں کی موجودگی میں اس کے خاوند محمد یعقوب کا نکاح ارشاد سے جائز ہے یا نہیں؟ شرعی لحاظ سے مسئلہ کا حل تجویز فرمائیں۔

ج:...... صورت مسؤلہ میں محمد یعقوب کے لئے اپنی بیوی قریشاں کی موجودگی میں اس کی خالہ ارشاد بی بی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ خالہ اور بھانجی کو ایک جگہ نکاح میں جمع کرنا ازروئے حدیث حرام ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھتیجی، پھوپھی، بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔“ (مشکوٰۃ:۲۷۳)

بینک کی ملازمت

عامر حسین، کراچی

س:...... پاکستان کے سودی بینکوں کی نوکری کے بارے میں وضاحت کریں کہ جائز ہے یا ناجائز اور جائز کون کون سی صورتیں ہیں؟ اور ناجائز کون کون سی صورتیں ہیں؟ گارڈ سے لے کر منیجر تک کی وضاحت کردیں۔

ج:...... سودی معاملات میں براہ راست شریک ہونا یا کسی طرح معاون بننا قرآن و حدیث کی رو سے ناجائز اور حرام ہے، چونکہ بینکوں کا اکثر و بیشتر کاروبار سود پر مبنی ہے اور ملازمین کو تنخواہیں بھی اسی میں سے ملتی ہیں، اس لئے بینک کی ملازمت ناجائز اور حرام ہے۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۱ ۱۷ تا ۲۳ر جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۸ تا ۱۵ر مئی ۲۰۱۲ء شمارہ:۱۸

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
رانور رانا

تزئین وآرائش:
رارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

عدالت عظمیٰ کے فیصلہ کا خیر مقدم	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
حضرت مولانا عطاء الرحمٰن کی شہادت	۹	عبداللطیف طاہر
اسلام.....ایک ابر کرم	۱۱	مولانا سرفراز خان صفدرؒ
اسلام موثر ترین تعزیری نظام	۱۳	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی
بعض ناجائز تجارتی صورتیں.....	۱۷	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی
سفر مدینہ منورہ اور زیارت روضۂ اطہر (۳)	۲۱	محمد وسیم غزالی
تکمیل رسالت کے عملی تقاضے (۲)	۲۵	ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون بیرون ملک
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۴۲۳۴۴۷۶ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

فقر کی فضیلت کا بیان

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو! کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ تین بار یہی فقرہ دُہرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر و فاقہ کے لئے ڈھال تیار کر رکھ، کیونکہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے فقر اس کی طرف ایسی تیزی سے دوڑتا ہے کہ سیلاب گڑھے کی طرف اتنی تیزی سے نہیں جاتا۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۵۸)

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال داری کے مقابلے میں خود اختیاری فقر قبول فرمایا تھا، اس لئے کہ اس دُنیا کی لذات اور یہاں کا عیش و تنعم اس لائق نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ عصمت اس سے ملوث ہوتا، پس جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و تعلق نصیب ہو اس کو بھی اسی زہدِ اختیاری سے بقدرِ تعلق حصہ ملنا ضروری ہے، اور یہ تعلق و نسبت جس قدر قوی ہوگا اسی نسبت سے فقر خود اختیاری اور زہد و قناعت کی دولت بھی نصیب ہوگی۔

علاوہ ازیں جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ رکھتا ہو اس کے دعوائے محبت کا امتحان بھی ضروری ہے، اور فقر و فاقہ اور تنگ دستی کی حالت میں آدمی کے یقین و توکل، اخلاق و اعمال اور عادات و اطوار کا خوب خوب امتحان ہو جاتا ہے، جو شخص راہِ محبت میں راسخ قدم ہو وہ ہر یسر و عسر اور تنگی و فراخی میں آدابِ محبت بجالاتا ہے، اور جو دعوائے محبت میں کچا ہو، فقر و فاقہ کی تنگحالی میں اس کا کھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے، اور جس کا دل مال کی محبت سے فارغ ہو جائے، اگر حق تعالیٰ شانہٗ اس پر دُنیا کے دروازے بھی کھول دیں تب بھی وہ اپنے فقرِ اصلی پر نظر رکھتا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کا رشتۂ احتیاج و افتقار منقطع نہیں ہوتا۔

فقراء مہاجرین اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فقراء مہاجرین، مال داروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۵۸)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ'' اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت دے، اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ یہ دُعا کیوں کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مساکین، مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! کسی مسکین کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹا، خواہ کھجور کی پھانک ہی دینا پڑے (کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہئے)، اے عائشہ! مساکین سے محبت کر، اور ان کو قریب کر، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو اپنا قرب عطا فرمائیں گے۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۵۸)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراء، مال داروں سے پانچ سو سال یعنی آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۵۸)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فقیر مسلمان، اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۵۸)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فقراء مسلمین، مال داروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اور آدھے دن سے مراد پانچ سو سال ہیں۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۵۸)

ان احادیث میں فقر و مسکنت کی یہ خاص فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے، چونکہ فقراء و مساکین کو دُنیا کی لذتوں سے حسبِ خواہش نفع اُٹھانے کا موقع نہیں ملا، اس لئے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں عطا فرمائیں گے کہ وہ مال داروں سے پہلے جنت میں داخل ہو کر وہاں کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جنت کی ایک گھڑی بھی دُنیا کی پوری زندگی کی نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے، اس لئے اگر کسی شخص کو حق تعالیٰ نے غربت و مسکنت میں رکھا ہو تو اسے حق تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس تنگ دستی کا بدلہ اسے جنت میں عطا فرمائیں گے۔

فقراء کے جنت میں پہلے جانے کی دو مقداریں مذکورہ بالا احادیث میں ذکر کی گئی ہیں، ایک چالیس سال، اور دُوسری پانچ سو سال۔ یہ دُوسری احادیث سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہیں، حضرات علماء نے ان دونوں کے درمیان تطبیق اس طرح دی ہے کہ یہ دونوں مقداریں الگ الگ لوگوں کے اعتبار سے ہیں، جو فقیر کہ حریص مال دار پر حرص کرتا اور للچاتا ہو، وہ اس سے چالیس سال پہلے جنت میں جائے گا، اور جو فقیر کہ دُنیا سے بے رغبت ہو اور زہد و قناعت کی وجہ سے اسے کسی مال دار پر رشک نہ آئے وہ اس سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ گویا جو فقیر کہ دُنیا کی حرص اور خواہش رکھتا ہو وہ فقیر زاہد سے ۲۵ میں سے ۲۳ درجے پیچھے جنت میں داخل ہوگا۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

نومسلم خواتین کے بارہ میں

عدالتِ عظمیٰ کے فیصلہ کا خیر مقدم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اسلام انسان کو ادبار وزوال کی پستیوں سے اٹھا کر رفعت وبلندی عطا کرتا ہے۔ اسلام عزتِ نفس اور عظمتِ آدمیت کا درس دیتا ہے۔ اسلام خدائے واحد کی بندگی کی طرف بھی اس لئے بلاتا ہے تاکہ انسان ایک در پر اپنی جبینِ نیاز جھکا کر کائنات کی تمام مخلوقات کے مقابلہ میں سربلند ہوجائے۔ اسلام کی نگاہ میں انسان من حیث الانسان اپنی ظاہری صورت اور باطنی خصوصیات کے اعتبار سے کائنات کی ایک محترم ومکرم ہستی ہے، جس کے عز وشرف اور فضیلت وبزرگی کا مقابلہ دنیا کی کوئی مخلوق اور کوئی قوت نہیں کرسکتی۔

مرد اور عورت جنسِ انسان ہی کی دو انواع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وراہبری کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ اگرچہ مردوں میں رکھا تھا، لیکن جنس انسان کی دوسری نوع بھی احکامات الٰہی کے نفاذ، استحکام اور عملی جدوجہد کے نتیجہ میں قید وبند کی صعوبتوں کے برداشت کرنے اور مشکلات جھیلنے میں مردوں سے پیچھے نہیں رہی۔

دین حق کے شرف ومجد اور رفعت وبلندی کے لئے صنفِ نازک کی قربانیاں سرمدی اور لازوال ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت ہاجرہؓ، فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یوخاند، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مطہرہ حضرت مریم صدیقہؓ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ، حضرت زنیرہؓ اور ان کے علاوہ کئی عظیم معززات اور محترمات خواتین ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے انداز میں دین حق کے لئے عظیم قربانیوں کی داستان قرطاسِ دنیا پر رقم کی۔

ان مقبولات الٰہی کی متبعات اور آج کے دور میں ان کی عملی تصویر کا نمونہ اور اسوہ، امریکی قید میں محبوس مظلومہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی حفظہا اللہ اور عدالتی حکم پر ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان کے شیلٹر ہوم میں بھیجی جانے والی محترمہ فریال شاہ، محترمہ حلیمہ اور ڈاکٹر حفصہ سلمہن اللہ تعالیٰ ہیں۔

حال یہ ہے کہ آج یورپ، امریکہ، افریقہ، حتیٰ کہ ہندوستان میں اسلام قبول کرنا ممکن اور آسان ہے، لیکن اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی مملکتِ خداداد پاکستان میں اسلام قبول کرنا جرم اور سنگین گناہ شمار کیا جارہا ہے، اس لئے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہ کرنے والے شیوسینا تنظیم کے سربراہ بال ٹھاکرے کی پوتی ڈاکٹر نیہا ٹھاکرے اسلام قبول کرتی ہے تو اس پر کوئی ردعمل نہیں ہوتا، افغانستان میں چند دن طالبان کی قید میں رہنے والی برطانوی صحافی یوآنے رڈلی طالبان کے اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرتی ہے تو اس پر شور نہیں ہوتا، ٹونی بلیئر کی سالی نے اسلام قبول کیا تو اس کا میڈیا ٹرائل نہیں کیا گیا، امریکی گلوکارہ مسلمان ہوئی تو اس کو کسی نے شیلٹر ہوم نہیں بھیجا۔ ایک صحافی بھائی کے بقول پچھلے سال پانچ ہزار سے زائد یورپین مرد وخواتین اسلام کے دائرہ میں آئے، لیکن وہاں کسی نے ان سے تند وترش سوالات نہیں کئے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں ایسا کیوں ہے؟ اس ملک میں فریال شاہ، محترمہ حلیمہ اور ڈاکٹر حفصہ صاحبہ اسلام قبول کرتی ہیں تو ان کا میڈیا ٹرائل کیوں

کیا جاتا ہے؟ان سے تند وتلخ سوالات کی بوچھاڑ کیوں کی جاتی ہے؟انہیں ایک مسلمان ملک میں ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا حق کیوں نہیں دیا جاتا؟

شاید ان دو بچیوں کا ”جرم عظیم“ یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں باہوش وحواس اسلام قبول کیوں کیا؟ ہمارے بعض سیاست دانوں اور میڈیا کے مخصوص دانشوروں کو اعتراض ہے کہ انہوں نے اس ملک میں جہاں صدر، وزیراعظم، گورنر، وزیراعلیٰ، اراکین سینیٹ، اور اراکین قومی وصوبائی اسمبلی سے اسلام کی پاسداری کا حلف لیا جاتا ہے، جہاں کہا جاتا ہے کہ اس ملک کا سپریم لاقرآن وسنت ہوگا اور کہا جاتا ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی، اس ملک میں ہندوازم چھوڑ کر اپنی رضا ورغبت سے اسلام کیوں قبول کیا؟ إنّا للہ وإنّا الیہ راجعون۔

آزادیٔ نسواں اور انسانی حقوق کی چمپئن بننے والی این جی اوز، اب محترمہ فریال شاہ، محترمہ حلیمہ اور ڈاکٹر حفصہ صاحبہ کے بارہ میں کیوں خاموش ہیں؟ اور جب فریال نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا، اپنی پسند کی شادی کی اور ۱۱ مارچ ۲۰۱۲ء کو پریس کانفرنس میں کلمہ طیبہ سے آغاز کرنے کے بعد واضح الفاظ میں کہا کہ میں اپنے ضلع کی دو عدالتوں اور ہائی کورٹ سکھر بینچ میں اپنے بیانات ریکارڈ کراچکی ہوں تو میڈیا میں اس کی شنوائی کیوں نہیں ہورہی؟ صرف اس بنا پر کہ انہوں نے اسلام قبول کیا ہے؟ اگر یہ مسلمان ہوتی اور اپنے ماں، باپ، بہن، بھائیوں کو چھوڑ کر اور گھر سے بھاگ کر کہیں پسند کی شادی رچالیتی تو ان کے ساتھ وہ کچھ نہ ہورہا ہوتا جو آج ان کے ساتھ ہورہا ہے، بلکہ حقوق نسواں کے نام پر کام کرنے والی تنظیمیں، این جی اوز اور ”آزاد میڈیا“ ان کا پشت پناہ ہوتا۔ اور اگر اس وقت کوئی ان کے خلاف مزاحم ہوتا، چاہے وہ ان کا باپ، چچا، دادا اور بھائی کیوں نہ ہوتا تو انہیں بنیاد پرست، انتہا پسند، دقیانوس، عورتوں کی آزادی کے مخالف اور پتہ نہیں کیا کچھ ”القابات“ اور ”اعزازات“ سے نوازا جاتا۔

عوامی تاثر یہ ہے کہ ہندو برادری، این جی اوز اور میڈیا کسی کی ہدایات اور شہ پر یہ ناروا واویلا اور شوروغوغا کررہے ہیں اور سیاسی پنڈت اپنے ووٹوں کے لالچ میں ان کی ہاں میں ہاں ملارہے ہیں۔ کیونکہ ۱۱ مارچ ۲۰۱۲ء کو فریال شاہ پریس کانفرنس کرتی ہیں اور ۱۲ مارچ ۲۰۱۲ء کو امریکی رکن کانگریس خط کے ذریعہ صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری پر زور دیتا ہے کہ وہ پاکستان میں ہندو لڑکیوں کے مذہب تبدیل کرنے کے حوالہ سے معاملات کا جائزہ لیں اور ان کو ہر ممکن تحفظ فراہم کریں۔ لیجئے! روزنامہ اسلام کراچی ۱۶ مارچ کی یہ خبر پڑھئے:

”واشنگٹن (مانیٹرنگ ڈیسک)... بھارتی خبر رساں ادارے کے مطابق کیلیفورنیا سے امریکی رکن کانگریس براڈ شومین نے ۱۲ مارچ ۲۰۱۲ء کو ایک خط کے ذریعہ صدر زرداری پر زور دیا کہ وہ پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کو یقینی بنائیں، خصوصاً حالیہ دنوں میں ہندو لڑکی کے مذہب تبدیلی کے معاملہ کا نوٹس لے کر ذمہ داران کو احتساب کے کٹہرے میں لائیں، انہوں نے اپنے خط میں مزید کہا کہ واقعہ کے خلاف ایکشن لے کر لڑکی کو بحفاظت اس کے خاندان کے حوالے کیا جائے۔“ (روزنامہ اسلام کراچی ۱۶ مارچ ۲۰۱۲ء)

ہندو برادری کو سوچنا چاہئے کہ عاقلہ، بالغہ اور تعلیم یافتہ بچیاں اپنی رضا ورغبت اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تمام شرعی وقانونی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہوگئی ہیں تو انہیں ڈرانا، دھمکانا، یا دارالامان بھیج دینا کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔ اور جب انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نکاح کرلیا ہے تو ان کو ان کے خاوند کے ساتھ رہنے کی اجازت ہونی چاہئے، کیونکہ یہ شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً ان کا حق ہے۔

این جی اوز اور ہندو برادری کے ناجائز پروپیگنڈہ سے متاثر بعض سیاست دانوں اور میڈیا کے ”باخبر“ اینکرز کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ لاریب اور مقدس کتاب قرآن کریم کا حکم ہے:

”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ، اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ، فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ، لَاھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَاھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ۔“ (الممتحنہ:۱۰)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کرکے آئیں، تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو، ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے، پس اگر ان کو (اس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت

کرو، (کیونکہ) نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں“۔

اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر جب مشرکین مکہ سے صلح کرنا چاہی تو صلح نامہ میں منجملہ اور شرائط کے جو صلح نامہ میں لکھی گئی تھیں، ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص مسلمانوں میں سے کافروں کی طرف چلا جائے تو وہ مسلمانوں کو واپس نہ دیا جائے اور جو شخص کافروں میں سے مسلمانوں کی طرف چلا جائے کفار کو وہ واپس دے دیا جائے۔ چنانچہ بعض مسلمان مرد آئے اور انہیں کفار کی طرف واپس کردیا گیا، پھر بعض عورتیں مسلمان ہوکر آئیں، ان کے مشرکین اقارب نے ان کی واپسی کی درخواست کی، اس پر یہ آیتیں مقام حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں، جن میں عورتوں کے واپس کرنے کی ممانعت کی گئی۔

اس لئے قرآن کریم کی اس آیت کی رو سے محترمہ فریال صاحبہ، محترمہ حلیمہ صاحبہ اور ڈاکٹر حفصہ صاحبہ اہل ایمان کی مؤمنہ بہنیں ہیں اور ان بہنوں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی کہا ہے کہ حکومت نومسلم خواتین کو تحفظ دے، انہیں ان خواتین کو دوبارہ کفر اختیار کرنے کے لئے دباؤ پر شدید تحفظات ہیں، انہوں نے حکومت، انتظامیہ اور عدلیہ سے کہا ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں متفقہ طور پر منظور کی جانے والی قرارداد کا متن ملاحظہ ہو:

”اسلام آباد (نمائندہ ایکسپریس) اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلام قبول کرنے والے افراد خصوصاً عورتوں کو حکومت کی طرف سے تحفظ فراہم نہ کرنے پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں رہنے والے ہر مسلمان شہری کو تحفظ فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے، اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی کی زیر صدارت اجلاس میں ایک متفقہ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ پاکستان اسلامی ریاست ہے اور آئین کے تحت انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ ملک میں اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے اور شہریوں کے تحفظ کے پابند ہیں اور ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے، حال ہی میں مسلمان ہونے والے افراد کو ہراساں کیا گیا اور حکومت نے ان کو کوئی تحفظ فراہم نہیں کیا جو افسوسناک ہے، اسلام قبول کرنے والے افراد کو نہ صرف ہراساں کیا گیا، بلکہ لادین قوتوں نے انہیں اسلام چھوڑنے اور دوبارہ کفر کو اختیار کرنے کے لئے بھی دباؤ ڈالا، قرارداد میں پارلیمنٹ اور ریاست کے دوسرے اداروں سے مطالبہ کیا گیا کہ اسلام قبول کرنے والے افراد کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں۔“ (روزنامہ ایکسپریس، کراچی، ۲۸ مارچ ۲۰۱۲ء)

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انتظامیہ اور ارباب اقتدار اسلامی نظریاتی کونسل کے فورم پر متفقہ طور پر پاس کی جانے والی قرارداد کو اہمیت دیتے اور سنجیدگی سے اس پر عمل درآمد کرانے کی کوشش کرتے، الٹا اخبارات میں یہ بیان داغا گیا کہ غیر مسلموں کو مسلمان ہونے سے روکنے کے لئے حکومت نے قانون سازی کا فیصلہ کرلیا ہے اور اقلیتی وفد جلد وزیر داخلہ سے ملاقات کرکے اپنے تحفظات اور قانون سازی کے حوالہ سے انہیں آگاہ کرے گا۔ حکومت کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ غیر مسلموں کے اسلام لانے کے حالیہ واقعات سے پاکستانی قوم کے بارہ میں عالمی سطح پر کوئی اچھا تاثر قائم نہیں ہورہا۔ مزید تفصیل روزنامہ اسلام کی اس خبر میں ملاحظہ ہو:

”کراچی (رپورٹ: عبدالجبار ناصر) حکومت میں شامل اتحادی جماعتوں نے تحفظ اقلیتی بل کے نام پر مذہب کی تبدیلی کے حوالہ سے قانون سازی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس حوالہ سے اقلیتی رہنماؤں کا ایک وفد جلد وفاقی وزیر داخلہ عبدالرحمن ملک سے ملاقات کرکے اپنے تحفظات اور اس بل کی افادیت کے حوالہ سے آگاہ کرے گا۔ ذرائع کے مطابق حالیہ چند ماہ کے دوران اقلیتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے مختلف افراد بالخصوص خواتین اور بچیوں کے اسلام قبول کرنے پر اقلیتی ارکان نے سخت تشویش کا اظہار کیا ہے اور اس حوالہ سے حکومت میں شامل جماعتوں کو اعتماد میں لے کر مذہب کی تبدیلی کے حوالہ سے بل لانے پر راضی کیا ہے، جس کو اقلیتوں کے تحفظ کا بل نام دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس بل لانے کا بنیادی مقصد غیر مسلموں کے اسلام لانے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا ہے، اس

حوالہ سے اقلیتی رہنماؤں نے وفاقی وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک سے ملاقات کا وقت مانگا ہے جنہوں نے اسی ہفتہ انہیں ملنے کے لئے کہا ہے۔ ذرائع نے تصدیق کی ہے کہ رواں ہفتہ کے آخر تک عبدالرحمٰن ملک سے اقلیتی وفد ملاقات کر کے مسلمان ہونے والی خواتین کے حوالہ سے تحفظات کا اظہار کرے گا، جبکہ مبینہ طور پر کی جانے والی قانون سازی کی افادیت سے بھی انہیں آگاہ کرے گا۔ اس متوقع ملاقات کی تصدیق وزیر اعلیٰ ہاؤس میں پریس کانفرنس کے بعد وفاقی وزیر داخلہ نے صحافیوں کے ایک گروپ سے گفتگو کے دوران بھی کی۔ حکومت اور اس کی اتحادی جماعتوں کا دعویٰ ہے کہ غیر مسلموں کی جانب سے اسلام قبول کرنے کے حالیہ واقعات کے بعد عالمی سطح پر پاکستان بالخصوص مسلمانوں کے حوالہ سے اچھا تاثر قائم نہیں ہو رہا اور اس بات کا خدشہ ہے کہ جن خواتین کو مسلمان بنایا گیا ہے ان پر زبردستی کی گئی ہے، اس لئے پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کے لئے قانون سازی ضروری ہے، تاہم مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے بعض ارکان نے اس پر سخت تشویش کا اظہار کیا اور اپنی قیادت پر واضح کر دیا کہ الیکشن کے سال میں اس طرح کے کسی بل کی منظوری پارٹی کے لئے مشکلات کا سبب بن سکتی ہے اور جو خواتین مسلمان ہوئی ہیں، ان کا کیس عدالت میں زیر سماعت ہے، عدالت کو ہی فیصلہ کرنے دیا جائے، تاہم مختلف سیاسی جماعتوں میں موجود اقلیتی رہنما اپنی جماعتوں کی قیادت کو قانون سازی کے لئے راضی کرنے پر سرگرم ہیں۔ اقلیتی ذرائع کا دعویٰ ہے کہ دونوں ایوانوں میں دو تہائی اکثریت اس طرح کا بل منظور کرنے کے حق میں ہے اور ہم جلد قانون سازی کریں گے۔"

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۱ مارچ ۲۰۱۲ء)

ہم حکومت اور ارباب اقتدار کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہندو برادری کی مزعومہ ان ناجائز اور ناپاک خواہشات کی تکمیل کے لئے کسی قانون سازی کے بارہ میں سوچنا بھی ہندو مسلم فسادات کے بند دروازے کو کھولنے کے مترادف اور مذہبی اعتبار سے ملکی امن کو تہ و بالا کرنے کا پیش خیمہ ہوگا، اس لئے کہ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی طرف سے ایسا خوفناک احتجاج اور ردعمل سامنے آئے گا کہ جسے روکنا حکومت کے بس میں شاید مشکل اور ناممکن ہوگا۔

جو مسلمان، چاہے سیاست سے تعلق رکھتے ہوں یا میڈیا سے، اُن سب کو سوچنا چاہئے کہ ان خواتین نے جب اسلام قبول کر لیا ہے اور اس کا اظہار انہوں نے عدالت اور میڈیا میں کر دیا ہے، اس کے باوجود آپ کی مہم سے خدانخواستہ یہ خواتین ہندوؤں کے شکنجے میں چلی جاتی ہیں تو آپ بتایئے کہ قرآن کریم کی اس آیت بالا کی رو سے آپ کا کیا مقام ہوگا؟ آپ دائرۂ اسلام میں رہیں گے یا اس سے باہر؟ کیا ہم مسلمانوں کی یہ ایمانی غیرت اور ذمہ داری نہیں بنتی کہ ہم انہیں تحفظ دیں؟ اگر خدانخواستہ ان نومسلم خواتین کو ہم نے تحفظ نہ دیا اور کل قیامت کے دن انہوں نے احکم الحاکمین کے دربار عالی میں ہمارے خلاف استغاثہ دائر کر دیا تو آپ بتایئے! ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

اس لئے ہم پھر یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ عدالت محترمہ فریال صاحبہ، محترمہ حلیمہ صاحبہ اور ڈاکٹر حفصہ صاحبہ کے اوپر لگائے گئے الزامات کو مسترد اور اغواء کے جھوٹے کیس کو خارج کر کے ان بچیوں کو دارالامان سے نکال کر انہیں آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی اجازت دے اور انتظامیہ کو ان کی حفاظت کا مناسب بندوبست کرنے کا پابند بنائے۔

پرچہ چھپنے پریس جا رہا تھا کہ خبر آئی کہ عدالتِ عظمیٰ نے ان نومسلم خواتین فریال شاہ صاحبہ، ڈاکٹر حفصہ صاحبہ اور محترمہ حلیمہ صاحبہ پر لگائے گئے الزامات کو مسترد کرتے ہوئے انہیں آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کی اجازت دے دی ہے اور سندھ پولیس کو حکم دیا ہے کہ ان نومسلم خواتین کو مکمل تحفظ فراہم کرے۔ عدالتِ عظمیٰ کا یہ فیصلہ قرآن و سنت کے عین مطابق اور پاکستانی قانون کی عمل داری کا آئینہ دار ہے۔

ادارہ عدالتِ عظمیٰ کے اس تاریخی فیصلہ کا خیر مقدم کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ ان شاء اللہ! اس فیصلہ سے اسلام قبول کرنے والوں کو ایک نیا حوصلہ ملے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ان نومسلم بہنوں کو دین اسلام پر استقامت نصیب فرمائے اور کفر کی دلدل میں جکڑی ہوئی دوسری خواتین کے لئے ان کو نمونہ بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

عبداللطیف طاہر

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے ناظم تعلیمات

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن کی شہادت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۰؍اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک شام کے وقت بھوجا ایئر لائن کا مسافر طیارہ اسلام آباد کے قریب گر کر تباہ ہوگیا۔ اس بدقسمت طیارے میں سفر کرنے والے ۱۲۷ افراد میں دیگر علماء کرام کے علاوہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ناظم تعلیمات استاد الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمٰن، ان کی ہمشیرہ اور معاون خاص مولانا عرفان میمن بھی سوار تھے جو اس حادثے میں شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ روزنامہ امت کراچی میں اس حادثہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

”اسلام آباد (نمائندہ خصوصی ؍مانیٹرنگ ڈیسک ؍خبر ایجنسیاں) نجی فضائی کمپنی بھوجا ایئر کی کراچی سے اسلام آباد کے لئے روانہ ہونے والی پہلی پرواز ہی دارالحکومت کے نواح میں آبادی پر گر کر تباہ ہوگئی، جس کے نتیجے میں اس میں سوار تمام ۱۲۷ افراد جاں بحق ہوگئے، جن میں عملے کے ۶ ارکان شامل ہیں۔ پرواز میں ۶ بچے، ۵ شیرخوار اور ۵۰ خواتین بھی سوار تھیں۔ وزارت دفاع نے تصدیق کی ہے کہ حادثے میں کوئی شخص زندہ نہیں بچا۔ تفصیلات کے مطابق بھوجا ایئر لائن کی کراچی سے شام ۵ بجکر ۵ منٹ پر روانہ ہونے والی پرواز بی فور ۲۱۳ اسلام آباد کے نواح میں لوئی بھیر کے قریب واقع علاقے کورال کے حسین آباد گاؤں میں گر کر تباہ ہوئی اور طیارے میں شدید آگ بھڑک اٹھی۔ پرانے بوئنگ ۷۳۷ طیارے کا ایئر ٹریفک کنٹرول سے رابطہ ۶ بجکر ۳۹ منٹ پر منقطع ہوا اور سول ایوی ایشن ترجمان کے مطابق اس کے ۷ منٹ بعد ہی جہاز کریش کرگیا، جس سے مجموعی طور پر ۴۰ سے زائد گھروں کو بھی نقصان پہنچا اور ان میں طیارے کا ملبہ اور لاشیں پھیل گئیں۔ طیارے کو کیپٹن نور اللہ آفریدی اور کو پائلٹ جاوید ملک اڑا رہے تھے اور اسے ۶ بجکر ۵۰ منٹ پر اسلام آباد کے بے نظیر انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کرنا تھا، جس وقت طیارہ گرا، علاقے میں موسم انتہائی خراب تھا اور شدید بارش کے ساتھ آندھی چل رہی تھی۔ سول ایوی ایشن حکام اور بعض عینی شاہدین نے بتایا کہ جب طیارہ لینڈنگ کے لئے فضا میں کم بلندی پر آرہا تھا تو اس میں اچانک آگ بھڑک اٹھی، جس کے بعد دھماکے سے پھٹ گیا اور اس کا ملبہ ۵ سے ۷ کلومیٹر علاقے میں بکھر گیا۔ جائے حادثہ کے آس پاس کے کھیتوں، مکانات اور سڑکوں پر انسانی اعضا اور سامان پھیلا ہوا تھا۔ بعض عینی شاہدین نے بتایا کہ طیارہ اچانک زمین کی طرف آیا اور گرتے ہی اس میں آگ لگ گئی، جس جگہ طیارہ گرا وہ رہائشی علاقے کا میدانی حصہ بتایا جاتا ہے۔ شہری ہوابازی کے ادارے نے فوری طور پر حادثے کی وجہ خراب موسم کو قرار دیا۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی پاک فوج کے دستے اور دیگر امدادی ادارے فوری طور پر متاثرہ علاقے میں پہنچ گئے، جائے وقوعہ سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق حادثے کے کئی گھنٹے بعد بھی لاشیں اٹھانے کا کام شروع نہ ہوسکا، تاہم ۹ بجے کے لگ بھگ امدادی کارکنوں نے لاشیں اور جسمانی اعضاء سفید چادروں میں جمع کرنا شروع کردیے تھے، جنہیں پوٹلیوں کی شکل میں اسپتال منتقل کیا گیا۔ اندھیرے، بارش اور کیچڑ کی وجہ سے امدادی کاموں میں دشواری کا سامنا رہا۔ اس سے پہلے اسلام آباد اور راولپنڈی کے تمام اسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کردی گئی تھی۔ قریبی دیہات کے رہائشیوں نے بھی امدادی کاموں میں حصہ لیا اور انسانی اعضاء و سامان اکٹھا کرنے میں سیکورٹی اہل کاروں اور ریسکیو عملے کی مدد کی، طیارہ گرنے سے جن گھروں کو شدید نقصان پہنچا فوری طور پر ان میں کسی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی، تاہم ہلاکتوں میں اضافے کا خدشہ ظاہر کیا جارہا تھا۔ جائے حادثہ پر موجود فوج کی امدادی ٹیم کے افسر نے صحافیوں سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ امدادی آپریشن میں فوج کے علاوہ ریسکیو ۱۱۲۲، رینجرز، پولیس، سول انتظامیہ کے اہلکار حصہ لے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب تک ۱۱۰ افراد کے اعضاء جمع کرلئے گئے، ریسکیو ون ون ٹو ٹو کے ایک اہلکار نے بتایا کہ صرف ۱۲ لاشیں سلامت حالت میں ملیں اور باقیوں کے اعضاء اکٹھے کئے۔ رات گئے تک جائے حادثہ پر امدادی کام مکمل کرلیا گیا تھا....۔“ (روزنامہ امت کراچی، ۲۱؍اپریل ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن ۶؍اگست ۱۹۶۰ء کو مردان کے علاقے بابوزئی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم شیرگڑھ میں حاصل کی۔ میٹرک

کرنے کے بعد ملک کی ممتاز دینی درس گاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۳ء میں دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت پائی۔ ۱۹۸۵ء میں تخصص فی الفقہ کے بعد اپنی اس مادر علمی میں تدریسی خدمات انجام دینا شروع کیں۔ آپ کا شمار جامعہ کے قابل اور ذہین ترین فضلا میں ہوتا تھا۔ گزشتہ دس سال سے آپ جامعہ کے ناظم تعلیمات تھے۔ حدیث، فقہ، صرف ونحو اور عربی ادب کے ساتھ ساتھ اردو ادب پر بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ ہزاروں عربی اور اردو اشعار آپ کے نوک زباں رہتے تھے۔ جن کا استعمال بروقت کرتے تھے۔ اپنے مخصوص تدریسی انداز کے باعث شاگردوں میں بے حد مقبول تھے۔ ایک عرصہ سے صحیح مسلم شریف زیر درس تھی۔ مسلم شریف کے درس کے دوران عبارت خوانی کا ان کا مخصوص ترنم اور پر جوش لہجہ امتیازی شان رکھتا تھا جسے طلبا بہت پسند کرتے تھے۔ آپ عشق رسول کے جذبے سے سرشار تھے۔ مسلم شریف میں مروی طویل قصیدہ حسان بن ثابتؓ کی عبارت خوانی کے دوران سینکڑوں طلبا کے اجتماع پر عجیب روحانی کیفیت پیدا کر دیتا تھا۔

مولانا عطاء الرحمن شہیدؒ جہانگیر پارک صدر کراچی کی جامع مسجد صالح کے امام وخطیب اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نصابی کمیٹی کے رکن بھی تھے۔

انہوں نے عصری تعلیمی اداروں کے طلبا کی تعلیم وتربیت کے لئے ۴۰ روزہ کورس کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا، جس کے نگران آپ کے چہیتے شاگرد مولانا عبدالغفار تھے۔ اس مقبول عام سلسلہ سے سینکڑوں طلبا نے استفادہ کیا اور عالمی سطح پر اس کورس کو سراہا گیا۔

مولانا شہیدؒ نے دنیا بھر کے مختلف ممالک کے کئی اسفار کئے۔ حج وعمرہ کی بھی بارہا سعادت حاصل ہوئی۔ بیرونی دنیا میں آپ کے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں عقیدت مند موجود ہیں۔

حضرت مولانا عطاء الرحمنؒ کے طیارہ حادثہ میں شہادت کی اطلاع ملتے ہی درجنوں علماء کرام، سینکڑوں طلبا اور ان کے عقیدت مند جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن پہنچ گئے۔ بنوری ٹاؤن میں سوگ کا عالم تھا، جامعہ کے طلبا اپنے استاذ محترم کی جدائی پر زار وقطار رو رہے تھے۔ دارالحدیث میں جامعہ کے مہتمم مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ، مولانا امداداللہ کے علاوہ جامعہ کے اساتذہ اور طلبا بڑی تعداد میں جمع تھے۔ جمعیت علماء اسلام کراچی کے امیر قاری محمد عثمان، جامعہ احسن العلوم کے مہتمم مفتی زرولی خان، جامعہ بنوریہ عالیہ سائٹ کے مہتمم مفتی محمد نعیم، مولانا فضل محمد، مولانا سلیمان یوسف بنوری، مولانا انور بدخشانی، مولانا عبدالرؤف غزنوی، مولانا محمد زیب، مولانا پیر عزیزالرحمن رحمانی، اقرأ روضۃ الاطفال کے مولانا مفتی خالد محمود، قاری فیض اللہ چترالی، مولانا امان اللہ خالدی، مولانا حماداللہ شاہ، مولانا عبدالحق عثمانی اور دیگر علماء کرام کی بڑی تعداد جمع ہوگئی۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان، جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن، جامعہ بنوریہ عالیہ سائٹ کے مہتمم مفتی محمد نعیم اور دیگر علماء وسماجی سیاسی شخصیات نے مولانا عطاء الرحمن کی شہادت کو قومی سانحہ قرار دیتے ہوئے لواحقین اور متعلقین سے اظہار تعزیت کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ، نائب امیر مرکزیہ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیزالرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا قاضی احسان احمد، مفتی حبیب الرحمن لدھیانوی، مفتی محمد عبداللہ حسن زئی، مفتی محمد زکریا جالندھری، محمد انور رانا، محمد وسیم غزالی اور دیگر کارکنان ختم نبوت نے اس المناک سانحہ پر رنج وغم کا اظہار کیا۔

مولانا عطاء الرحمن شہیدؒ اور ان کی ہمشیرہ اور مولانا عرفان میمن کی نماز جنازہ ہفتہ کو صبح اسلام آباد میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن نے اور شام کو مرحوم کے اپنے آبائی گاؤں میں قائم کردہ جامعہ خلفاء راشدین بابوزئی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے پڑھائی، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ کراچی سے مولانا امداداللہ، قاری محمد عثمان، مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، مولانا سید حماداللہ شاہ، مفتی عاصم زکی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مفتی تقی الدین شامزی، مولانا عبدالغفار اور دیگر علماء کرام اہل خاندان کے ساتھ نماز جنازہ اور تدفین میں شریک ہوئے۔

مولانا فضل الرحمن نے کہا کہ طیارہ حادثے پر آج پوری قوم سوگوار ہے۔ استاذ الحدیث مولانا عطاء الرحمن اور دیگر علماء کرام سمیت ۱۲۷ افراد کی قیمتی جانوں کا ضیاع قومی سانحہ ہے۔ ایسے حادثات بھلائے نہیں جاسکتے۔ انہوں نے کہا کہ متاثرہ خاندانوں کے غم میں پوری قوم شریک ہے۔ مولانا عطاء الرحمن کی دینی، ملی اور قومی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے اپنی زندگی علوم قرآن اور علوم نبوت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

مولانا شہیدؒ نے سوگواروں میں بیوہ، چار بیٹے، ہزاروں شاگرد اور لاکھوں عقیدت مند چھوڑے ہیں۔ آپ کے معاون خاص مولانا عرفان میمن کو بھی آپ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی کامل مغفرت فرمائیں، ان کے درجات بلند فرمائیں، جنت الفردوس عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین۔

اسلام... ایک ابرِ کرم جو ہر خطہ پر برسا

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

اسلام ایک ابرِ کرم تھا جو عرب کی ایک وادی غیر ذی ذرع سے اٹھا اور شمال وجنوب میں موجیں مارتا مشرق ومغرب کے دور افتادہ علاقوں پر فیض و عطا کی بارش برساتا تہذیب وتمدن کے جواہر لٹاتا اور علم وحکمت کے خوشنما پھول کھلاتا چلا گیا تمام قوموں کی قدیم تہذیب چند سال میں بدل گئی۔ دنیا کی تاریخ کا نقشہ کچھ سے کچھ ہوگیا، ایک طرف افریقہ کے صحراؤں میں دوسری طرف چین کے میدانوں میں توحید وسنت کے نعرے گونج اٹھے۔ روما کے عظیم الشان گرجوں جرمنی کے فلک بوس عبادت خانوں اور انگلستان کے عالی مرتبت کلیساؤں میں اللہ اکبر کے مخلصانہ نعروں نے پادریوں کو لرزا دیا۔ ہنگری اور بوسنیا کے شہروں اور آبادیوں میں اذان اسلامی کے خوشگوار اور دلچسپ اور لہجوں نے خواب غفلت میں مدہوش لوگوں کے کانوں کو سرمست کیا، اسلام کی ہیبت اور محمدی بجلی کی کڑک نے یورپ کے سنگدل بادشاہوں کے کلیجہ کو کپکپا دیا اور فدایان اسلام نے یورپ کے بیشتر حصوں میں اسلامی جھنڈے اور ہلالی پھریرے اڑاتے ہوئے اہل یورپ کی متکبرانہ گردنیں خم کردیں اور یورپ کے سفید بھیڑیوں سے ایشیاء کی بھولی بھالی بھیڑوں اور بکریوں کی حفاظت کرتے ہوئے۔ یورپ کی وحشی اور خونخواروں کی تلواروں اور نیزوں سے اپنی چھاتی کو چھلنی کرایا۔ کفر وشرک، ظلم وجور اور خواہشات نفسانی سے اٹی اور بھری ہوئی بنجر زمین کو اسلام کی عمدہ اور پاکیزہ تعلیم اور عالی اخلاق کی بدولت سرسبز وشاداب کیا حتی کہ اسلام کی شراب طہور پینے والوں نے اپنا سر ساقی حجاز کے قدموں پر رکھ دیا۔

اے غیور مسلم! تو نے خداداد قوت اور شوکت سے اسلامی اقدار اور محاسن کو شرق سے غرب تک پھیلایا تھا، تقویت اسلام اور ہمدردی خلائق میں بے حد دلچسپی لی تھی، تو نے حمایت اسلام میں فقط اپنی جان ہی نہیں بلکہ اہل وعیال اور عزت ومال کی بے پناہ قربانیاں پیش کرکے شجرہ اسلام کو سینچا اور ثمر آور بنایا تھا قرآن وسنت اور اخلاق حسنہ کی پاسبانی کی تھی توحید وسنت اور مکارم وروحانیت کا پرزور مبلغ اور حامی تھا اور شرک وبدعت اور قبائح اور نری مادیت کا قاطع اور محافظ آئین ختم نبوت رہا، پھر آج تو دنیا کی نگاہ میں کیوں اتنا حقیر ہے؟ دنیا تیرے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو کیوں بالائے طاق رکھ رہی ہے؟ اگر تو برا نہ مانے تو اس کا جواب بھی عرض کردیا جائے۔

اے مسلم! جب سے تو اقامت دین میں سستی اور حفاظت اسلام میں کاہلی کرنے لگا، جب سے تو نے توحید وسنت سے اغماض وبے اعتنائی کی، جب سے تو شب وروز عیش وراحت پسندی میں گزارنے لگا، جب سے تیرے روشن دل سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی اور رعایت، نیست ونابود ہونے لگی جب سے باغ عدل وانصاف میں تیرے ظلم وعصیان کی باد صرصر اور آندھی چلنے لگی تو ٹھیک اسی وقت سے تیری عزت وآبرو اور جلوہ وجلال کے سبزہ زاروں پر تیری غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے قہر خداوندی کی ژالہ باری اور برف باری ہونے لگی۔

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشنما چمن میں نسیم سحری کی بجائے باد خزاں چلنے لگی اور اسی وقت سے تو خدا شناسی اور قوت اخلاق کے صحیح جذبے سے عاری ہوگیا اور تیری رہی سہی ساکھ خاک میں ملنے لگی، تیرا آئینہ کی طرح صاف وشفاف دل اندھیری رات کی طرح تیرہ وتاریک ہوگیا، آہ تو کون تھا اور کیا ہوگیا۔

"کیسے بیاں کروں، یہ حکایت دراز ہے"

اے غیور مسلم! تیری روح کیوں مردہ ہوچکی ہے؟ اور کیوں تیری روحانیت اور اسلامی قدریں نابود ہوچکی ہیں، تیرے عمدہ اخلاق کے تو دنیا میں چرچے تھے جو صفحات تاریخ میں زریں حروف میں لکھے ہوئے، آج بھی چمک رہے ہیں تو ہی بتا کہ تیری مدفون عزت وشہرت اور دینی حمیت کو کون زندہ کرے گا؟ اور تیرے اعلیٰ ترین اخلاق کی چمکدار اور قاطع تلوار جس کی ایک ہی ضرب سے عصیان وتعدی بدی وبدکرداری کا مغرور سر قلم ہوجاتا تھا، آج کیوں نیام میں بند ہوکر رہ گئی ہے؟ اے حریت واستقلال کے مجسمے! تو کیوں غیروں کی ذہنی غلامی کا شکار ہوکر رہ گیا ہے اور کیوں اہل مغرب کی بے جا تقلید کے عمیق گڑھے میں گر چکا ہے؟ اور کیوں ان کے مکروفریب

کے دام ہمرنگ زمین میں الجھ کر رہ گیا ہے؟ تو ہی بتا، تجھے عزت وآبرو کی اعلیٰ وارفع سطح اور بام عروج پر کون لاکھڑا کرے گا؟

اے بہادر مسلم! تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اور تلاطم خیز طوفانی موجوں کا مردانہ وار مقابلہ کر اور مادہ پرستوں سے یوں کہہ:

نہیں ڈر کچھ حوادث کا دل جرأت بداماں کو
یہ ساحل جذب کرلیتا ہے ہر ایک موج طوفاں کو

اے خواب غفلت میں مخمور مسلم! تجھے معلوم نہیں کہ دنیا دارالعمل دارالامتحان اور آخرت کی کھیتی ہے تجھے معلوم نہیں کہ یہ عالم سراپا سراب، بے ثبات اور بے قرار ہے، تجھے یقین نہیں کہ اگر خلود وابدیت حاصل ہے تو عقبیٰ وآخرت کو اور اگر بقاو پائیداری ہے تو محض اُس جہان کی سرمدی زندگی کو تو اپنی بے وفا دنیا کی ترقی کے لئے تو سینکڑوں اعمال واشغال اختیار کرتا ہے اور دن رات تیری تمام تر عملی قوتیں اور جمیع سرگرمیاں اسی مرکز کے گرد چکر کاٹتی رہتی ہیں مگر مذہب اسلام عقل وبصیرت اور فہم ودانش کا تقاضا اور فطرت صحیحہ کا (بشرطیکہ وہ مردہ نہ ہو چکی ہو) مطالبہ یہ ہے کہ تو حیات ابدی اور حقیقی زندگی کے حاصل کرنے کے لئے بلیغ کوشش اور ہر ممکن سعی سے کام لے اور عقبیٰ کی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے میں کوئی کسر فروگزاشت نہ کر اور صرف اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا اور دین کی سچی پیروی اور اطاعت کرتا کہ مرنے کے بعد غیر متناہی زمانہ میں تو امن واطمینان اور نشاط و انبساط کے ساتھ رہے اور ابدی زندگی میں ہمیشہ کے لئے تو بے حزن وملال اور بے خوف وخطر رہے اور رضائے الٰہی حاصل کر کے اپنی عاقبت کو محمود اور مستحسن بنا تاکہ وقت رفاقت تیری یہ کیفیت ہو کہ تیرے ماں اور باپ، اعزہ واقارب تیری جدائی اور فراق کے صدمہ سے رو رہے ہوں اور تو اپنے محبوب حقیقی کے لقاء اور جنت کی خوشیوں اور رحمت خداوندی کی بشارت کو سن کر اور چشم خود اس کا نقشہ دیکھ کر مسکرا رہا ہو، جیسا کہ تیری ولادت کے وقت تیرے تمام اقارب فرحاں اور خنداں تھے اور تو رو رہا تھا۔

تیری خوش بختی صرف اسی میں ہے کہ تو اپنی مستعار زندگی کو رضائے الٰہی اور اتباع سنت کے لئے وقف کردے اور اپنے دل کی گہرائیوں میں خوابیدہ فطرت کو بیدار کرے اور اپنی قبر اور آخرت کی فکر کرے۔

قرآن کریم، مذہب اسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صداقت اہل اسلام کے نزدیک تو ایک مبرہن اور واضح امر ہے، جس میں ان کو کسی قسم کا کوئی ادنیٰ سا شک وشبہ بھی نہیں ہے، لیکن اسلام کی سچائی قرآن کریم کی رہ وری اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاص اور للّٰہیت اس قدر نمایاں اور اس قدر واشگاف ہے کہ غیر مسلم بھی اس کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اپنے مقام پر بالکل روشن ہے کہ:

”بے شک دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔“ (آل عمران)

اگرچہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذہب اسلام ہی لے کر آئے تھے، کیونکہ اسلام کا معنی انقیاد و تسلیم ہوتا ہے اور یہ سب میں مشترک تھا لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا میں سب ملل واقوام کو جو اکمل جامع ترین عالمگیر بے مثل اور نا قابل تنسیخ احکام اور ہدایات سے روشناس کیا وہ اصولی طور پر تمام شرائع سابقہ حقہ پر مشتمل ہونے کے باوجود شے زائد پر بھی حاوی ہے اور اپنی اسی جامعیت اور ہمہ گیر اثر کی وجہ سے اس آخری مذہب کا نام اور لقب اسلام رکھا گیا جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے جس کے دعاوی بڑے روشن اور دلائل وبراہین ایسے محکم اور اٹل ہیں جن کے سامنے باطل کا کوئی دعویٰ اور کوئی دلیل لمحہ بھر کے لئے نہیں ٹھہر سکتی اب پیروان اسلام کے لئے قیامت تک قانون اسلام کے سوا کوئی دوسرا قانون سرے سے قابل التفات ہی نہیں، مگر ہزار افسوس کہ مغربی تہذیب وتمدن کی تیرگیوں نے عام لوگوں کی آنکھیں بالکل خیرہ کردی ہیں۔

حقیقت میں جدھر دیکھو تنزل ہی تنزل ہے
ترقی کی طرف تہذیب انسانی نہیں جاتی

ہم ذیل میں چند غیر مسلموں کے مختلف طبقات کے بعض اقوال ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں، جن سے ہر سمجھ دار آدمی بخوبی حقیقت کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے، جن میں انگریز، روسی، ہندو اور سکھ وغیرہ سب ہی شامل ہیں، جنہوں نے قرآن مجید، مذہب اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی عبادات کے متعلق مختلف انداز سے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

۱:...مسٹر ڈی رائٹ انگلستان کا مشہور مضمون نگار ”اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا“ فروری ۱۹۲۰ء میں لکھتا ہے:

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اپنی ذات اور قوم کے لئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لئے ابر رحمت تھے، آپ نے مدتوں مساعدت کا سلسلہ جاری رکھا اور سرتوڑ کوشش کی کہ ذات پات کا تفرقہ مٹ جائے اور یہی سبب ہے کہ آج اسلام کے اندر ذات، نسل اور قوم کے امتیاز کا کوئی نام ونشان نہیں ہے، دشمنان احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باوجود تعصب میں اندھے ہونے کے اس کے اقرار پر پابہ زنجیر ہیں کہ اس نے اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں، جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقے سے انجام دیا ہو،

جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے فرائض کو پایہ تکمیل تک بوجوہ احسن بجالائے ہیں۔"

۲:... مسٹر اسٹینلی لین پول، یورپ کا زبردست محقق اپنی تصنیف "اسپیچز آف محمد" میں لکھتا ہے:

"حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت بااخلاق اور رحم دل ریفارمر تھے، ان کی بے ریا خدا پرستی عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ آپ اس قدر انکسار پسند تھے کہ بیماروں کی عیادت کو خود جایا کرتے تھے، غریبوں اور غلاموں کی دعوت قبول کرلیتے تھے، مسکینوں سے بہت محبت کرتے تھے اپنے کپڑوں میں پیوند لگالیتے تھے، بکریوں کا دودھ خود دوہ لیتے اور اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے، بے شک وہ مقدس پیغمبر تھے۔"

۳:... مسٹر ہربرٹ وائیل، یورپ کا منصف مزاج مولف اپنی کتاب "گریٹ ٹیچر" میں لکھتا ہے: "حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً چھ سو برس بعد عرب کی اخلاقی حالات نہایت خراب ہوگئی تھی۔ ۲۰ اپریل ۵۷۰ء کو حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر پیدا ہوئے، جنہوں نے بت پرستی کو بالکل مٹایا اور عرب کے وحشیوں کو متمدن بنادیا۔ عام لوگ ان کی سچائی و دیانت داری کے سبب آپ کو الامین کہہ کر پکارتے تھے انہوں نے گمراہوں کو راستہ بتایا اور لوگوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کی۔"

۴:... انگلستان کا مشہور عقلمند سر ولیم میور لکھتا ہے:

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سادہ لیکن نہ مٹنے والی تعلیم نے جو آج ہر جگہ نظر آرہی ہے، ایک عجیب و غریب اور زبردست حیرت انگیز اثر دکھایا ہے۔"

۵:... لیفٹیننٹ کرنل سائکس لکھتا ہے:

"حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص ان کی اولوالعزمی، اخلاقی جرأت، نہایت خلوص نیت، سادگی، رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا، پھر انہیں صفات کے ساتھ استقلال عزم اور حق پسندی و معاملہ فہمی کی قابلیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔"

۶:... مسٹر اے فری مین کا بیان ہے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے پکے راست باز اور سچے ریفارمر تھے۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ہرگز اپنے مقدس مشن میں آخر تک مستقل اور ثابت قدم نہ رہ سکتے۔"

۷:... یورپ کا مشہور فلاسفر اہل قلم کارلائل لکھتا ہے کہ:

"اللہ اللہ ان کی مثال کیا؟ ان کی ذات ایک چنگاری کی طرح تھی جو سیاہ، غیر معلوم ریت پر گری اور پھر وہ ریت شعلہ افشانی کرنے لگی حتی کہ دہلی سے قرطبہ تک بلکہ آسمان سے زمین تک نوری نور دکھائی دینے لگا۔"

☆☆..........☆☆

ماہانہ تحفظ ختم نبوت ترتیبی نشست کراچی

دینی مدارس، عصری درسگاہوں کے طلبا اور عوام الناس کے لئے ہر اسلامی ماہ کی تیسری جمعرات کو بعد نماز مغرب دفتر ختم نبوت متصل باب رحمت مسجد پرانی نمائش میں ترتیبی نشست کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس سال کی چھٹی ترتیبی نشست ۲۱ ربیع الثانی بروز جمعرات کو منعقد ہوئی۔ بعد نماز مغرب نشست کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ رضوان نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ ان کے بعد حافظ محمد نے نعت رسول مقبول پیش کی۔ اس کے بعد ضلع غربی کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحی مطمئن نے مختصر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور اب قیامت تک کسی کو نبی مبعوث نہیں کیا جائے گا اور یہ بھی امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ قادیانی سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے لئے دھوکا دیتے ہیں کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے آئیں گے؟ اور اگر وہ آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہ ہوئے۔ لہٰذا مسلمانوں کا عقیدۂ ختم نبوت باطل ہے۔ عام مسلمان اس مغالطہ میں آکر عقیدۂ ختم نبوت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور قادیانیت کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول برحق ہے مگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منافی نہیں، کیونکہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پہلے ہوچکی ہے قرب قیامت میں ان کا صرف نزول ہوگا۔ دمشق کی جامع مسجد کے مینارہ پر فجر کی نماز کے قریب اتریں گے۔ اس وقت حضرت مہدی علیہ الرضوان امامت کے لئے مصلے پر کھڑے ہوچکے ہوں گے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کریں گے کہ آپ نماز پڑھائیں مگر وہ انکار کردیں گے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ہی نماز پڑھائیں گے، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی نازل ہوتے تو ان کی موجودگی میں کسی اور کا نماز پڑھانا جائز نہ ہوتا کیونکہ نبی اپنے وقت کا امام بھی ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے نزول فرمائیں گے۔

اسلام کا موثر ترین تعزیری نظام

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

شراب نوشی کی حد:

عقل وخرد دیگر حیوانات کے مقابلہ میں انسان کا مابہ الامتیاز ہے، شراب نوشی عقل وخرد کی دولت سلب کرلیتی ہے، نیک وبد کی تمیز ختم کردیتی ہے، نتیجتاً انسان ہرنوع کی برائی کا مرتکب ہوجاتا ہے، تمام میڈیکل تحقیقات شراب ودیگر منشیات کے ضرررساں اور ہولناک نتائج واثرات پر متفق ہوچکی ہیں، سماج میں آدھے سے زائد جرائم شراب کے استعمال کے نتیجہ میں ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام جو بہمہ وجوہ فطرت سلیمہ سے ہم آہنگ ہے شراب پر سخت بندش لگاتا ہے، چونکہ اس وقت کا عرب معاشرہ شراب نوشی میں آخری حد تک غرق تھا، اس لئے قرآن میں بتدریج کئے مرحلوں میں شراب کو حرام قطعی قرار دیا گیا، سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا کہ:

"لوگ پوچھتے ہیں: شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے، اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔" (البقرہ:۲۱۹)

یہ شراب کے سلسلہ میں پہلا حکم تھا جس میں صرف اظہار ناپسندیدگی پر اکتفا ہے، شراب کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ اس میں کچھ فائدے بھی ہیں، مثلاً فوری لذت وسرور کا حصول، بعض قوتوں میں عارضی تحریک وغیرہ، اگرچہ اس کے نقصانات منافع کے مقابلہ میں چندد رچند ہیں۔

مولانا دریابادیؒ نے لکھا ہے کہ: "یہیں سے ایک اور مسئلہ نکل آیا کہ کسی حرام اور ناجائز شے کے جزوی منافع ومصالح بیان کرنا اس کی حرمت کے منافی اور اس کی حرمت سے انکار کرنے کے مرادف ہرگز نہیں اور یہ حقیقت اس آیت سے بالکل واضح ہوگئی کہ کسی شے کے معصیت ہونے اور اس کی نافعیت جزئی کے درمیان کوئی تناقض نہیں، خود فرنگی تہذیب بھی اپنے اندر بہت سے محاسن اور روشن پہلو رکھتی ہے، پاس عہد، پابندیٔ وقت، عام جذبۂ خدمت خلق وغیرہ، تاہم اہل اخلاق و روحانی قدروں سے انکار اور ان کی ناقدری کی بنا پر اس پر اطلاق بحیثیت مجموعی خیر کا نہیں شر کا ہوگا اور ایسا ہی حال قدیم عرب کے جاہلی تمدن کا تھا، پاس عہد، مہمان نوازی، فیاضی وغیرہ متعدد جوہر شرافت اس کے عناصر ترکیبی تھے، بایں ہمہ وہ تمدن رحمانی نہیں شیطانی ہی تھا۔"

اس آیت کے اترنے کے بعد بہت سے اہل اسلام نے مے نوشی ترک کردی، اس کے کچھ عرصہ بعد دوسرا حکم حالت نشہ میں نماز نہ پڑھنے کا دیا گیا (ملاحظہ ہو سورۂ نساء:۴۳) بہت سے لوگوں نے اس حکم کے بعد شراب ترک کردی، بالکل آخر میں مے نوشی کے مضر اثرات دلوں میں راسخ ہونے کے بعد قرآن نے اسے قطعی طور پر حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہوگی، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے۔" (المائدہ:۹۰،۹۱)

اس قطعی حکم کے بعد تمام اہل اسلام نے یک لخت شراب چھوڑ دی، مدینہ کی گلیوں میں شراب کے مٹکے توڑے گئے اور اسے پانی کی طرح بہادیا گیا اور یہ سب قرآن کی اس آیت پر عمل کے جذبہ سے ہوا، جس میں شراب کو گندگی اور شیطانی عمل بتایا گیا، اس سے پرہیز کا حکم دیا گیا، اس سے دوری کو فلاح کا باعث قرار دیا گیا اور اس کی مضرتوں کا ذکر کیا گیا، شراب نوشی کی اخلاقی مضرتوں اور قباحتوں پر تو مستقل تصنیف مرتب کی جاسکتی ہے، یہاں قرآن نے اس کی سب سے بڑی بنیادی دنیوی مضرت "خانہ جنگی" کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی دینی مضرت اس کا ذکر اللہ اور نماز سے روکنا مذکور ہوا ہے۔ احادیث رسول میں جابجا شراب نوشی کی اخروی سزاؤں کا بیان ہے، جن میں عادی مے نوش کے جنت میں داخل نہ ہونے اور ایک بار کی مے نوشی سے چالیس دن کی نمازوں کے عنداللہ قبول نہ ہونے کا ذکر ہے، ساتھ ہی اسے اکبر الکبائر میں شمار کیا گیا ہے۔

اسلامی شریعت نے ایک طرف شراب نوشی کے دینی ودنیوی نقصانات بیان کئے، عنداللہ اس کی شناعت اور اس کی اخروی سزاؤں کو واضح کیا اور اس طرح دلوں میں شراب سے دوری اور نفرت کے جذبے مضبوط کئے، دوسری طرف مے نوشی کے مکمل

انسداد کے لئے شریعت نے اس پر ۸۰ کوڑوں کی حد بھی متعین کردی ہے، دنیا کے جن قوانین میں بھی شراب نوشی کو جرم بتایا گیا اور اس پر پابندی لگائی گئی اور اس پر بے پناہ دولت خرچ کی گئی اس کا الٹا اثر ہوا، بالآخر امریکا میں ہار مان کر دوبارہ سے نوشی کو قانونی اجازت دی گئی، ہندوستان میں قانونی طور پر شراب کے ممنوع ہونے کے باوجود حکومت کی زیر سرپرستی شراب کا کاروبار ناسور کی طرح معاشرہ میں رائج ہے، جس سے آنے والی تباہی عیاں ہے، شراب کے کاروبار کو تجارتی و اقتصادی نقطۂ نظر سے بے حد مفید قرار دے کر اس کے حق میں گنجائش کا پہلو خوب بیان کیا جاتا ہے، مگر اس کے تباہ کن مضر اور زہریلے اثرات و نتائج پر نظر ہو تو چند معمولی فائدے ان خطرناک نقصانات کے سامنے پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتے، اسلام نے اسی لئے اس پر حد متعین کی ہے اور موجودہ دور میں اسی سزا کی تنفیذ شراب نوشی پر رکاوٹ لگا سکتی ہے، اس کا اعتراف انصاف پسند غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔

چوری اور ہزنی کی سزا:

اسلام انسانوں کے مال کا احترام کرتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مال مدار زیست ہے، وہ حیات انسانی کی شہ رگ ہے، اسی سے تمام جسمانی ضروریات پوری ہوتی ہیں، اس کے بغیر زندگی کی بیشتر سرگرمیاں سرد پڑ جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مال کو عظیم ترین نعمت الٰہی قرار دیا ہے، اس کو کمانے کے جائز و مشروع طریقے اور راستے بتائے ہیں اور اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری بتائی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے کمائی اور روزگار کے جائز و مباح مواقع و وسائل مہیا کرے، اس راستہ کی مشکلات کا ازالہ و دفیعہ کرے، پھر اسلام بنی نوع انسان کی ملکیت مال کا بھی احترام کرتا ہے، کیونکہ یہ ملکیت مقتضائے فطرت بشری ہے، نشاط و حرکت کا باعث ہے اور عدل و انصاف کی طرف داعی ہے، اسی لئے اسلام نے اس حق مالی کو مقدس ترین قرار دیا ہے اور کسی کو دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف کا اختیار بھی نہیں دیا ہے، بلکہ وہ انسانی مال کو تحفظ عطا کرتا ہے اور کسب مال کی ناروا طریقوں پر سخت بندش لگاتا ہے اور چوری وڈاکا کو جرم عظیم بتاتا ہے اور ان پر سخت سزا متعین کرتا ہے فرمایا گیا:

"اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لئے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے۔" (البقرہ:۱۸۸)

نیز فرمایا گیا:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، آپس کی رضا مندی سے لین دین ہونا چاہئے۔" (نساء:۲۹)

اسی لئے اسلام نے چوری، لوٹ مار، مال اچکنے، خیانت، دھوکا فریب، ناپ تول میں کمی، رشوت وغیرہ ہر گناہ سے سختی سے منع فرمادیا ہے۔ انسانی مال کو سب سے بڑا خطرہ چوری کا ہوتا ہے، پھر اس چوری کا اگر نوٹس نہ لیا جائے تو یہ راہزنی کا پیش خیمہ بن جاتی ہے اور پھر انسانی جان بھی سخت خطروں کی زد میں آجاتی ہے، اسلام چوری کے عمل کو صرف فرد کے مالی نقصان کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے دیکھتا ہے کہ اس طرح لوگوں کے اموال کا تحفظ ختم ہوجائے گا اور ہر فرد بے اطمینانی میں مبتلا ہوجائے گا، اسی لئے چوری کے معاملہ میں اسلام کا موقف بے حد سخت اور حکیمانہ ہے، جس ہاتھ سے چوری کی ہے اس کو کاٹنے اور اس عضو فاسد کو الگ کردینے کا حکم دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ پورے جسم کو محفوظ رکھنے کے لئے صرف ایک حصہ یعنی ہاتھ کو کاٹ دینا عین مقتضائے حکمت ہے اور اس سزا میں دو اہم پہلو پیش نظر ہیں ایک تو انتقامی یعنی مظلوم و فریادی کے جذبات کی تسکین، دوسرے انتظامی یعنی آئندہ کے تمام ممکن مجرموں کی ہمت شکنی، حوصلہ فرسائی اور پوری طرح سے اس جرم کا انسداد۔

یہ سزا بظاہر تو بڑی سخت معلوم ہوتی ہے مگر شریعت اسلامی کی حکمت کا اندازہ بغور دیکھنے سے ہوتا ہے، جان و مال کی حفاظت اور جرم کے سد باب کا اس سے زیادہ موثر طریقہ کوئی اور نہیں ہوسکتا، پھر یہ حد ہر چوری پر نہیں ہے اس کی بھی شرائط اور قیود ہیں، ایک تو یہ ہے کہ چور بالغ اور عاقل ہو، بچہ اور دیوانہ نہ ہو دوسرے یہ کہ مال نظر بچا کر لے گیا ہو، غاصب اور اچکا نہ ہو، ان کی سزائیں دوسری ہیں، تیسرے یہ کہ مال کسی کی ملک ہو، غیر مملوک مال مثلاً کفن وغیرہ کی چوری پر حد نہیں ہے، یا وہ مال جو کسی کھلے مقام یا پبلک جگہ میں رکھا جائے اور اس کی حفاظت پر کوئی مامور نہ ہو تو اس کی چوری پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ کوئی اور ہلکی سزا دی جائے گی، چوتھے یہ کہ مال کسی غیر کی غیر مشترک ملک ہو، چور کے اپنے مال کے ساتھ مخلوط و مشترک نہ ہو، پانچویں یہ ہے کہ مال کسی حد اور درجہ تک حفاظت میں ہو، پھر بہت معمولی رقم کی چوری پر حد نہیں ہے، اس کے لئے دس درہم کی مقدار ہونی چاہئے، چھٹی شرط یہ ہے کہ چور ایسا شخص نہ ہو جس کی مالکِ مال کے گھر میں بلا تکلف آمد و رفت ہو مثلاً قریبی رشتہ دار یا گھریلو خادم و ملازم اور نوکر، ان کی آمد و رفت گھر میں مسلسل رہتی ہے، اس لئے چوری پر ان کو ہاتھ کاٹنے کے بجائے دوسری ہلکی سزا دی جائے گی، ان شرائط کے ساتھ حد نافذ کی جائے گی، قاضی کی عدالت میں چوری کا جرم ثابت ہوجانے کے بعد قطع ید کی حد جاری کرنے سے قبل قاضی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تحقیق کرے کہ کہیں اس شخص نے معاشی خستہ حالی اور زبردست و مسلسل فقر و افلاس سے تنگ ہوکر چوری تو نہیں کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط سالی کے موسم میں کچھ چور گرفتار ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ ان کی چوری خستہ حالی کی وجہ سے ہے، چنانچہ آپ نے ان کو قطع ید کی سزا نہیں دی، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ مالکِ مال چوری کا مقدمہ عدالت میں لے جائے، گواہوں کی گواہی کے بعد چوری کا جرم قطعی طور پر ثابت ہوجائے تب ہی حد لگائی جائے گی، ہاں یہ ضرور ہے کہ جرم کے پختہ ثبوت کے بعد اب مالکِ مال کے معاف کرنے سے سزا معاف نہ ہوگی، بلکہ سزا لاگو ہوگی، کیونکہ مالک کے معاف کرنے سے سزا کے معاف ہونے کی صورت میں ہر چور کے لئے مالک کے سامنے رو کر اور نقصان کی تلافی اچھی طرح کر کے معاف کرانا بڑا آسان ہوگا، جس کے نتیجہ میں چوری کی شرح بڑھے گی، لوگوں کا اطمینان اور ختم ہوگا اور تحفظ معدوم ہوجائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک قریشی خاتون چوری کے جرم میں گرفتار کی گئیں، جرم ثابت ہوگیا، سزا کا فیصلہ کردیا گیا، قریش نے اس سزا کے نفاذ کو اپنی ذلت سمجھ کر باہمی مشورہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارش اور معافی کے لئے بھیجا مگر سفارش کے الفاظ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور سرخ ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"تم سے پہلے کی امتیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ اپنے معززین کے جرم پر انہیں چھوڑ دیتے سزا نہ جاری کرتے اور عام آدمیوں پر سزا نافذ کرتے تھے، بخدا! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

اسلام کے تعزیری نظام کی یہ بنیادی خصوصیت ہے کہ وہ سب پر یکساں لاگو ہوتا ہے، بے حد بااثر اور اعلیٰ عہدہ دار بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہوتا، یہ وہ امتیاز ہے جو دنیا کے دیگر تعزیری نظاموں میں ناپید ہے۔

اسلامی تعزیرات وحدود کے باب میں یہ ضابطہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ وہ وہیں نافذ کی جائیں گی، جہاں حکومت کا انتظام و اہتمام اسلامی اصولوں پر قائم ہو، غیر اسلامی ممالک جہاں سود جائز ہو، زکوٰۃ کا نظام نہ ہو، انصاف نایاب ہو، ٹیکسوں نے نظام زندگی معطل کر رکھا ہو اور عملی طور پر اسلامی نظام بالکل نافذ نہ ہو، وہاں ان حدود کا نفاذ نہ ہوگا، دوسری چیز جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ حدود و تعزیرات کے باب میں اسلامی تعلیمات بے حد معتدل و حکیمانہ ہیں، ان میں ایک جانب جرائم کے ارتکاب کے عوامل و اسباب کو اچھی طرح ایک ایک کر کے مٹایا جاتا ہے تاکہ انسان ان میں آلودہ نہ ہونے پائے اور دوسری جانب جرائم کے لئے ان میں ایسی سزائیں متعین کی جاتی ہیں جو مجرم کو اعادۂ جرم سے روکنے کے ساتھ ہی تمام مجرمانہ ذہنیت و رجحان رکھنے والے افراد کو خائف کردیں، ان میں ایک طرف حتی الامکان لوگوں کو سزا سے بچانے کا اہتمام ہوتا ہے، اسی لئے جرم کے ثبوت کی شرائط بڑی سخت ہوتی ہیں، گواہوں کا معیار بے حد سخت ہوتا ہے، پھر تحقیقات کا عمل کچھ عرصہ تک ہوتا ہے قاضیوں کو حکم ہوتا ہے: "ادرء و الحدود ما استطعتم"... جہاں تک ممکن ہو حدود کو دفع کرو... "فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبۃ"... کیونکہ امام کا معاف کرنے میں خطا کر جانا سزا دینے میں خطا کر جانے سے بہتر ہے....

اور جیسا کہ ذکر آیا کہ ثبوت جرم کے بعد اسلام مجرم کے حق میں کوئی سفارش قبول نہیں کرتا، مجرم کے خاندان و مرتبہ کا ذرا بھی پاس نہیں کرتا اور مجرم پر بالکل ترس نہیں کھاتا قرآن میں فرمایا گیا:

"وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ" (النور:۲)

ترجمہ: "اگر تم اللہ و آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملہ میں رحم و شفقت کے جذبات تمہارے دامن گیر بالکل نہ ہونے چاہئیں۔"

یہ آیت حد زنا کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، مگر یہ عام حکم رکھتی ہے، آیت کا مصداق ایک حدیث سے مزید واضح ہوتا ہے، اس کا ذکر کیا جاتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک حاکم لایا جائے گا، جس نے حد میں سے ایک کوڑا کم کردیا تھا، پوچھا جائے گا تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ وہ کہے گا کہ آپ کے بندوں پر رحم کھا کر، اللہ فرمائے گا اچھا تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ رحیم تھا، پھر اسے دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا، پھر ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد پر ایک کوڑے کا اضافہ کردیا تھا، اس سے اضافہ کا سبب دریافت ہوگا، وہ کہے گا تاکہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں، ارشاد ہوگا کہ اچھا تو ان کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ حکیم تھا، پھر اسے دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا، احکام الٰہیہ میں یہ تبدیلی اگر ترس ورحم یا ظاہری حکمت ومصلحت کے بجائے خاندانی مراتب کے تفاوت کے پیش نظر ہو تو یہ اور بدترین جرم ہے اور حدیث کے بموجب یہی سابقہ امتوں کی بربادی کا سبب بھی تھا، بہر حال آیت یہ واضح کرتی ہے کہ ثبوت جرم کے بعد نہ تو مجرم کو چھوڑا جائے اور نہ متعین سزا میں تخفیف اور کمی کی جائے اور نہ ہی اس کو دوسری سزا سے بدلا جائے، وہ مدعیان اسلام جو اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں وہ یہ سمجھ لیں کہ ان کا یہ عمل کفر کے مرادف ہے، خدا کو ماننا اور اسے (نعوذباللہ) وحشی بھی قرار دینا صرف ذلیل ترین منافقوں ہی کا طرز عمل ہوسکتا ہے۔ (جاری ہے)

دورِ حاضر کی بعض ناجائز تجارتی صورتیں

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

''اے رسولو! پاکیزہ نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، بلاشبہ میں تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہوں۔''

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے اپنے تمام انبیاء اور پیغمبروں کو اپنے اپنے وقت میں دو ہدایتیں دی ہیں:

(۱) حلال وپاکیزہ کھانا کھاؤ۔

(۲) نیک وصالح عمل کرو۔

ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، ان کا غیر طیب وغیر پاکیزہ غذا کھانا اور غیر صالح عمل کرنا ممکن نہیں، تو انہیں حکم دے کر درحقیقت ان کی امتوں کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ وہ ان دو چیزوں کا اہتمام کریں۔

علماء کرام نے ان دونوں حکموں کو ایک ساتھ ذکر کرنے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ حلال غذا کا عمل صالح میں بڑا دخل ہوتا ہے، جب انسان کی غذا حلال وپاکیزہ ہوتی ہے، تو اسے نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے اور اگر غذا حرام ہو تو نیک کاموں کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اسے اس میں بڑی مشکلات پیش آتی ہیں اور وہ نیک کاموں سے دور ہی رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حلال آمدنی وکمائی کے لئے محنت وکوشش کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار دیا، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا:

''حلال کمائی کا طلب کرنا فرض ہے۔''

آج ہمارے معاشرہ کا بگاڑ وفساد جو دن بدن بڑھتا ہی جارہا ہے اور اصلاح ودرستگی کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہورہی ہیں، اس کی جہاں بہت ساری وجوہ ہیں، ان میں سے ایک اہم ترین وجہ یہ ہے کہ ہم حلال آمدنی وحلال کمائی کی طرف اتنی توجہ نہیں دے رہے ہیں جتنی دینی چاہئے، مسلمانوں کا تاجر طبقہ یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ وہ جن چیزوں کی تجارت کررہا ہے، شریعت کی نگاہ میں ان کی خرید وفروخت جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور تجارت کی کون سی صورتیں درست ہیں اور کون سی ممنوع، مثلاً:

موجودہ دور میں زمین کی خرید وفروخت:

آج کل زمینوں کی خرید وفروخت بڑے پیمانے پر اس طرح کی جارہی ہے کہ خریدار، مالکِ زمین سے زمین کا سودا کرلیتا ہے اور بیعانہ کے طور پر اسے کچھ رقم دے دیتا ہے، جسے مارکیٹنگ کی زبان میں ''ٹوکن'' سے تعبیر کرتے ہیں، پھر پوری قیمت کی ادائیگی اور خریدی رجسٹری کے لئے ایک مدت متعین ہوتی ہے، مدت پوری ہونے پر خریدار پوری رقم دے کر مالکِ زمین سے اپنے نام زمین کی خریدی رجسٹری کرواتا ہے، مگر اس مدت کے درمیان خریدار، اس زمین کی خریدی رجسٹری اپنے نام پر ہونے سے پہلے ہی اسے کسی تھرڈ پارٹی (Third Party) کے ہاتھوں منافع کے ساتھ فروخت کردیتا ہے اور اس سے حاصل کردہ رقم سے مالکِ زمین کو پورا پیمنٹ ادا کردینے کے بعد جو رقم بچتی ہے اسے منافع طور پر رکھ لیتا ہے، یعنی ابھی یہ زمین اس کی ملک میں آئی بھی نہیں کہ اس سے پہلے ہی وہ اسے کسی اور کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے، شریعت اس طرح کی بیع کو ناجائز کہتی ہے، کیونکہ اس طرح کی بیع میں دھوکا وغرر ہے، وہ اس طرح کہ ہوسکتا ہے خریدار پارٹی مدت پوری ہونے سے پہلے مفلس وکنگال ہوجائے اور زمیندار کو وقت پر مقررہ قیمت نہ ادا کرسکے، جس کی وجہ سے یہ بیع پوری نہ ہوپائے، یا یہ بھی ممکن ہے کہ مدت پوری ہونے سے پہلے خود زمیندار کی مدت عمر پوری ہوجائے اور زمین پر اس کے ورثاء کے نام چڑھ جائیں اور وہ اس زمین کو فروخت نہ کریں، جس کی وجہ سے یہ بیع پوری نہ ہوپائے، معلوم ہوا کہ بیع کی یہ صورت دھوکا اور غرر پر مشتمل ہے، جس سے شریعت منع کرتی ہے۔

(احکام القرآن للجصاص، ص:۲۱۹/۲)

بندے نے زمینوں کا کاروبار کرنے والے کئی لوگوں کو اس ناجائز صورت کی طرف متوجہ کیا، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم پارٹی نمبر ون (First Party)-یعنی مالکِ زمین سے اسٹامپ بنوالیتے ہیں اور اس اسٹامپ کی بنیاد پر تھرڈ پارٹی کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا:

''کیا اس اسٹامپ کی حیثیت انتقالِ ملک کی ہے؟ یعنی کیا اس اسٹامپ کے ذریعہ خریدار زمین کا مالک بن جاتا ہے اور زمین، زمیندار کی ملک سے نکل کر خریدار کی ملک میں داخل ہوجاتی ہے؟ تو ان کا

جواب یہ تھا کہ نہیں، ایسا نہیں ہے، بلکہ اسٹامپ کی حیثیت محض اتنی ہے کہ اس میں مذکور مدت پوری ہونے کے بعد خریدار رقم کی ادائیگی اور زمیندار خریدی دینے کا مکلف و پابند ہوتا ہے۔"

ان کے اس جواب کے لحاظ سے اسٹامپ پیپر (Stamp Paper) محض وعدۂ بیع (Agreement to Sale) ہوا، نہ کہ بیع اور وعدۂ بیع سے نہ تو بیع پوری ہوتی ہے اور نہ ہی مبیع (زمین) پر خریدار کی ملک ثابت ہوتی ہے تو اسے تھرڈ پارٹی کے ہاتھوں فروخت کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ جب کہ شریعت غیر مملوکہ و غیر مقبوضہ (Without Owned & Possessed) کی بیع سے منع کرتی ہے، جب بیع کی یہ شکل جائز نہیں ہے تو اس کے منافع بھی جائز نہیں ہوں گے، کیونکہ فقہ کا قاعدہ ہے "الخراج بالضمان"... خراج ضمان کے سبب ہے... یعنی کسی بھی چیز کے منافع کا جواز، ضمان اور رسک کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے، جب کہ بیع کی اس صورت میں زمین خریدار کے ضمان اور رسک میں داخل ہی نہیں ہوتی اور وہ اس سے پہلے ہی اسے تھرڈ پارٹی کے ہاتھوں بیچ کر منافع کماتا ہے، تو یہ منافع کیسے جائز ہوں گے؟

اسی طرح بعض سرمایہ دار مشارکت (Partnership) میں اپنا سرمایہ اس شرط پر لگاتے ہیں کہ وہ ہر مہینہ ایک متعینہ رقم کے بطور نفع کے حقدار ہوں گے، خواہ نفع کچھ بھی ہو، یا یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کاروبار میں ہونے والے نقصان کے ذمہ دار نہیں ہوں گے، پارٹنر شپ کی یہ صورت بھی درست نہیں ہے، کیونکہ پارٹنرشپ کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی ایک فریق کے لئے نفع کی ایک خاص مقدار متعین نہ کی جائے (بلکہ متوقع نفع میں فیصد کو متعین کیا جائے) اور شریک و پارٹنر کاروبار میں ہونے والے نقصان میں بھی اپنے سرمایہ کے تناسب سے شریک ہو۔ (فتاوی عثمانی ۳/۳۵)

ایم ایل ایم یعنی ملٹی لیول مارکیٹنگ:

آج کل ایسے ادارے وجود میں آئے ہیں جو مختلف اسکیموں کو ممبر در ممبر آگے بڑھاتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ادارہ ایک آدمی کو ممبر بناتا ہے، اس سے پانچ سو روپے فیس لیتا ہے اور اس ممبر شپ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس ادارہ کی مصنوعات (Product) مثلاً: کوئی چیز جس کی قیمت بازار میں پچاس روپے ہیں تو وہ چیز اسے چالیس روپے میں ملتی ہے اور اس پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ مزید پانچ ممبر تیار کریں، اگر وہ ایک آدمی کو ممبر بنادے تو ادارہ اس کو دو سو روپے دیتا ہے، اور جب پانچ ممبر ہوجائیں تو اسے مزید آٹھ سو روپے یعنی کل ایک ہزار روپے ملتے ہیں، اسی طرح ادارہ ہر نئے ممبر سے پانچ سو روپے ممبری فیس وصول کرتا ہے اور اس پر بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ پانچ ممبر بنائے اور اس ممبر بنانے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے، اب جب بھی ادارہ میں نئے ممبر کا اضافہ ہوتا ہے، ادارہ کو بلامحنت و مشقت مفت میں تین سو روپے اور پہلے ممبر کو بلاعوض دو سو روپے کا فائدہ ہوتا ہے، اس طرح کی اسکیم کھلم کھلا قمار بازی (جوا) ہے اور اس میں سود بھی پایا جاتا ہے، اس لئے یہ بھی شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

تجارتی انعامی اسکیمیں:

۱:... کبھی کوئی کمپنی یہ طے کرتی ہے کہ جو ہم سے اتنے اتنے روپے کا سامان خریدے گا، ہم اس کو عمرہ کرائیں گے یا ہم اس کو ڈرائیور سمیت گاڑی فراہم کریں گے، جس پر وہ فلاں فلاں مقامات کی سیر و تفریح کے لئے جاسکتا ہے۔

۲:... اسی طرح کبھی کوئی کمپنی اپنی مصنوعات (Product) فروخت کرنے والے دکانداروں سے یا کوئی دکاندار اپنے خریداروں سے یہ کہتا ہے کہ اگر اتنا اتنا سامان خریدو گے تو ہم تم کو کوپن دیں گے، پھر ان دکانداروں اور خریداروں کے درمیان قرعہ اندازی ہوتی ہے، جن کے نام قرعہ نکلتا ہے وہ انعام کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

۳:... کبھی کوئی کمپنی یا دکاندار اپنے خریداروں سے یہ کہتا ہے کہ جو بھی ہم سے اتنا سامان خریدے گا، ہم سب کو انعام دیں گے، لیکن یہ انعام مالیتوں کے اعتبار سے مختلف ہوں گے، جن کا تعین قرعہ اندازی سے ہوگا۔

اس طرح کی تجارتی انعامی اسکیموں کے ذریعے خریداروں کو انعام کی لالچ دے کر انہیں بے جا فضول خرچی اور غیر ضروری خریداری کی طرف راغب کیا جاتا ہے اور متعلقہ کمپنی اور دکاندار پوری ہوشیاری کے ساتھ ایسے حربے اپناتے ہیں کہ لاکھوں خریداروں میں سے محض کچھ خریدار ان کے اس انعام کے مستحق قرار پاتے ہیں اور دوسرے خریداروں کے لئے سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا، نیز کاروبار کے اس طریقے کے پیچھے جوئے اور قمار ہی کی روح کارفرما ہوتی ہے، اس لئے شرعاً یہ ناجائز ہے۔

(فتاوی عثمانی ۳/۲۵۵، جدید فقہی مسائل ۲/۲۷۹، المسائل المہمہ ۱/۱۳۳)

گولڈ مائن انٹرنیشنل اسکیم:

اسی طرح کی ایک اسکیم "گولڈ مائن انٹرنیشنل" (Gold Mine International) کی کمپنی نے پوری دنیا میں پھیلا رکھی ہے، اس کمپنی کا طریقہ کاروبار نیٹ ورک مارکیٹنگ کی طرح ہے، جو مختلف مصنوعات اور سونے کے سکے بھی تیار کرکے فروخت کرتی ہے، کمپنی اپنی تمام مصنوعات کی تشہیر لوگوں میں لوگوں ہی کی زبانی کراتے ہوئے اپنے نئے گاہک (Customers) بنانے کا کام بھی معقول معاوضے

کے عوض لوگوں سے لیتی ہے، اس طرح لوگ کمپنی کو نئے گاہک فراہم کرتے ہیں اور کمپنی لوگوں کو اس کے بدلے کمیشن ادا کرتی ہے، گرچہ یہ دلالی ہی کی ایک قسم ہے لیکن اس دلالی کے لئے "GMI" کمپنی کی کوئی چیز مثلاً گھڑی یا کوئی اور پروڈکٹ (Product) خریدنا ضروری ہے، یہ اجارے میں شرط فاسد ہے، اس کے علاوہ اس اسکیم میں اور دوسری خرابیاں بھی موجود ہیں، جن کی وجہ سے شرعاً یہ ناجائز ہے۔

''جیونا'' کمپنی اسکیم:

آج کل ''جیونا'' نام سے ایک کمپنی قائم ہے، جس کی اسکیم یہ ہے کہ پینتیس سو روپے دے کر اس کے ممبر بن جاؤ اور ان ساڑھے تین ہزار کے عوض کمپنی کوئی شئے نہیں دے گی، لیکن اگر یہ ممبر کم سے کم مزید دو ممبر کمپنی کے لئے بنادیتا ہے، یعنی یوں کہئے کہ کمپنی کو سات ہزار روپے دوسرے دو فردوں سے لادیتا ہے تو کمپنی اسے اس میں سے بطور کمیشن چھ سو روپے ادا کرے گی اور اگر ان دو ممبروں میں سے ہر ممبر دو دو ممبر بناتا ہے، تو جہاں ان دو ممبروں کو چھ چھ سو روپے بطور کمیشن ملیں گے، وہیں پہلے ممبر کو مزید بارہ سو روپے ملیں گے، یعنی کل اٹھارہ سو روپے ملیں گے اور اگر یہ چار ممبروں میں سے ہر ممبر دو دو ممبر بناتا ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھ چھ سو اور پہلے کو گزشتہ کے اٹھارہ سو میں مزید چوبیس سو روپے ملا کر یعنی کل بیالیس سو روپے دیئے جائیں گے اور جیسے جیسے یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے گا ویسے ویسے پہلے ممبر کو بھی ہر ممبر پر کمیشن ملتا رہے گا۔ اسکیم کی یہ صورت جوا اور باطل طریقے سے لوگوں کے اموال کھانے کی حرمت صریحہ پر مشتمل ہے، اس لئے اس طرح کی اسکیموں کا ممبر بننا اور بنانا دونوں عمل شرعاً ناجائز و حرام ہے اور اس پر ملنے والا کمیشن بھی حرام ہے، اس لئے اس طرح کی اسکیموں میں شرکت سے کلی اجتناب ضروری ہے۔

غرر و قمار پر مشتمل ایک ممبر ساز اسکیم:

آج کل عموماً تاجر یا کمپنی وغیرہ ممبر سازی کے ذریعہ فریج، کولر، واشنگ مشین، سائیکل، موٹر سائیکل وغیرہ اسکیم کے تحت فروخت کرتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی چیز کی اصل قیمت بازار میں مثلاً: پانچ ہزار روپے ہیں تو وہ لوگ پوری رقم یکبارگی لینے کے بجائے، سو روپے ماہانہ ادا کرنے والے سو ممبر پینتالیس ماہ کے لئے بنالیتے ہیں اور ہر ماہ پابندی کے ساتھ قرعہ اندازی کی جاتی ہے، اگر پہلے ہی ماہ میں کسی ممبر کا نام قرعہ اندازی سے نکل آتا ہے تو اس کو صرف سو روپے میں پانچ ہزار کی چیز مل جاتی ہے اور اگر کسی کا نام دوسرے ماہ میں نکلا تو پانچ ہزار کی چیز اسے صرف دو سو میں مل جاتی ہے، اسی طرح ہر ماہ قرعہ اندازی میں نام نکلنے والے کو وہ چیز جمع شدہ رقم کے عوض ملتی رہتی ہے، اب پینتالیسویں ماہ میں جتنے ممبر باقی رہیں گے، سب کو وہ چیز دے دی جائے گی، اس طرح کی اسکیم شرعاً قمار (جوا) کو شامل ہے، نیز بوقت عقد، ثمن مجہول ہوتا ہے، لہٰذا یہ اسکیم چلانا، اس میں حصہ لینا اور قرعہ اندازی سے طے شدہ اشیاء کا حاصل کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

کمی بیشی کے ساتھ چیک کی خرید و فروخت:

بسا اوقات تاجر حضرات آپس میں نقد روپوں کی بجائے چیک سے لین دین کیا کرتے ہیں، چیک کے بھنانے میں چونکہ وقت لگ جاتا ہے اور تاجر کو فوری نقد روپوں کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ چیک میں لکھی ہوئی رقم سے کم میں کسی اور کے ہاتھ اس چیک کو فروخت کردیتا ہے، خریدار وقت مقررہ پر اس چیک کو بھنالیتا ہے اور اپنی اصل رقم اضافہ کے ساتھ رکھ لیتا ہے۔ شرعاً اس طرح چیک کی خرید و فروخت ربا اور سود ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام ہے۔

مروجہ لاٹری:

حالیہ زمانے میں بازار کے اندر لاٹری کی مختلف صورتیں مروج ہیں، جن میں سے ایک مشہور صورت یہ ہے کہ بازاروں میں مخصوص جگہ پر لاٹری کی مختلف ٹکٹیں، مختلف قیمتوں میں فروخت ہوتی ہیں، خریدار کسی ایک قیمت یا الگ الگ قیمتوں کے کچھ ٹکٹ خرید لیتا ہے، پھر جب خریدار کا ریکارڈ اصل مرکز میں پہنچتا ہے اور اس کے نام لاٹری نکل آتی ہے تو اسے متعینہ رقم ملتی ہے، جو اکثر اوقات روپے کی صورت میں ہوتی ہے اور ٹکٹ کی رقم سے زیادہ ہی ہوتی ہے، یہ سود ہے جو شرعاً حرام ہے، نیز اس میں نفع و نقصان مبہم اور خطرے میں رہتا ہے کہ نام نکل آیا تو نفع ہوگا اور اگر نہ نکلا تو اصل پونجی بھی ڈوب جائے

کیسے ہم تیراک رہے ہیں پوچھو ساحل والوں سے
الجھے ہیں ہم موجوں سے لیکن رخ موڑ دیئے طوفانوں کے
کون ہمیں پہچانے دل سے کون ہماری بات سنے
زندانوں سے پوچھو جاکر ہم شاہی مہمانوں کا

یہ چاند ستارے سورج جن کی وسعت میں محدود رہے
مان ہمیں نے توڑا آخر افرنگی ایوانوں کا

مرسلہ: مولانا ضیاء الدین آزاد (جانباز مرزا)

گی، علاوہ ازیں یہ ٹکٹ خریدنے والے کی محنت کا نتیجہ نہیں، بلکہ محض بخت (قسمت) و اتفاق پر مبنی ہوتا ہے کہ اس کا نام نکل بھی سکتا ہے اور نہیں بھی نکل سکتا ہے، ایسے ہی مبہم اور پر خطر نفع و نقصان کو قمار کہتے ہیں، جو شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کا وہ طبقہ جو ملازمت کرتا ہے، خواہ وہ حکومت کے ملازم ہوں یا کسی نجی و پرائیویٹ کمپنی کے وہ اپنی ملازمت کے اوقات کی پابندی نہیں کرتے، اوقات ملازمت میں دیانت داری و ایمان داری کے ساتھ اپنے مفوضہ کاموں کو انجام نہیں دیتے، جب کہ انہیں جو تنخواہیں دی جا رہی ہیں، وہ ان کی خدمات کا عوض ہیں، تو وہ اپنی تنخواہوں کی محض اتنی ہی مقدار کے حقدار ہیں جس کے مقابل انہوں نے خدمات انجام دی ہیں، وہ مقدار جس کے مقابل خدمات انجام نہیں دی گئیں، اس کے وہ حقدار نہیں تو تنخواہوں کا وہ حصہ حلال کہاں ہوا، جب کہ اس کو حلال سمجھ کر استعمال کیا جا رہا ہے، یہی کچھ حال ادارہ اور کمپنیوں کے ذمہ داروں کا ہے کہ وہ ملازمین سے بھرپور خدمات وصول کرتے ہیں اور خدمات کے عوض (تنخواہ) کی ادائیگی میں ان کا استحصال کرتے ہیں تو روپے کی وہ قدر جو انہوں نے اپنے ملازمین کا استحصال کر کے پس پشت ڈال دی، وہ ان کے لئے کیسے حلال ہوگی۔

اب رہا عام مسلمان جو نہ تاجر ہے اور نہ ملازم، بلکہ وہ محنت و مزدوری کر کے یا کھیتی باڑی کر کے یا مال مویشی کے ذریعے اپنے گھر کے اخراجات پورے کرتا ہے، اس کے پاس بھی حلال و حرام کی تمیز باقی نہیں رہی، یا ہے بھی تو وہ اس کا پاس و لحاظ نہیں کرتا، ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی وہ بالکل آ چکا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو لیا وہ حلال ہے یا حرام؟"

(بخاری: ۲/۸۳، مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کسب حلال کی فکر کی توفیق سے نوازیں تاکہ دنیا میں آفتوں اور پریشانیوں سے حفاظت اور آخرت میں نجات و فلاح نصیب ہو۔ آمین

☆☆..........☆☆

جبار کارپٹس کے روح رواں الحاج عبدالجبار دہشت گردوں کی فائرنگ سے شہید

کراچی (مولانا قاضی احسان احمد) گزشتہ دنوں جبار کارپٹس کے روح رواں اور تاجر برادری کے ہر دلعزیز محترم جناب الحاج عبدالجبار صاحب پر گھر کے قریب موٹر سائیکل سوار دہشت گردوں نے شدید فائرنگ کر دی جس سے آپ موقع پر ہی شہید اور آپ کے صاحبزادے شدید زخمی ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی عبدالجبار شہیدؒ نیک سیرت اور سعادت مند انسان تھے۔ نرم دل، نرم خو، دین اور اہل دین سے قلبی تعلق رکھتے تھے۔ علمائے کرام کا ادب و احترام اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا۔ مساجد و مدارس کی سرپرستی اور دینی کاموں میں گہری دلچسپی لیتے تھے۔ کارپٹ کی دنیا میں حاجی صاحب کا نام مشہور و معروف ہے۔ صاف ستھری اور شرعی اصولوں کے مطابق تجارت کے خوگر تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ کپڑے کا بھی کاروبار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہر طرح کی نعمت سے مالا مال کیا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے خصوصی لگاؤ تھا۔ شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی سے نیازمندانہ تعلق تھا۔ اسی طرح مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ سے بھی مضبوط مراسم تھے۔ مجلس کے کاموں اور سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور ہر طرح کی امداد و تعاون کرتے تھے۔

جناب حاجی صاحبؒ کی نماز جنازہ جامع مسجد ہادی میں حضرت مولانا جنید صاحب نے پڑھائی، جس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کے علاوہ، علماء کرام، تاجر برادری، علاقہ کے معززین، عزیز و اقارب اور دیگر متعلقین شریک ہوئے۔ میوہ شاہ قبرستان میں آپ ہمیشہ کے لئے آسودۂ خاک ہوئے۔

اللہ تعالیٰ حاجی صاحبؒ کی شہادت کو قبول فرمائے، ان کی حسنات اور دینی خدمات کو اپنی شایان شان شرف قبولیت نصیب فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، صاحبزادے کو کامل صحت و عافیت عطا فرمائے اور اسے اپنے والد ماجد کا سچا جانشین بنائے۔ آمین۔

ادارہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حاجی صاحبؒ کے لواحقین کے غم میں برابر شریک ہے اور ہفت روزہ کے قارئین سے درخواست کرتا ہے کہ اپنی دعاؤں میں حاجی صاحب اور جملہ مرحومین کو ضرور یاد فرمائیں۔

اظہار تعزیت

کراچی..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ بھینس کالونی کے ذمہ داران مولانا عبدالماجد، مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ، حافظ محمد اسرار اور دیگر نے ڈاکٹر محمد اکبر گوندل کے انتقال پر ان کے گھر جا کر تعزیت کی۔ مرحوم، مجلس تحفظ ختم نبوت کے دیرینہ اور مخلص کارکن تھے۔ مجلس کی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سفر مدینہ منورہ اور زیارتِ روضۂ اطہر

قسط:۴

محمد وسیم غزالی

زائرین کرام! آج کل ہر طرف شیطانی چکر چلے ہوئے ہیں، حرمین بھی اس سے محفوظ نہیں، حرمین میں جس ہوٹل یا بلڈنگ میں زائرین کا قیام ہوتا ہے اس میں تقریباً تمام کمروں میں ٹیلی ویژن رکھا ہوتا ہے اور کھانے کے ہوٹل وغیرہ میں بھی یہ شیطانی چکر موجود ہوتا ہے۔ زائرین اس میں احتیاط سے کام نہیں لیتے، ان سے گزارش ہے کہ خدارا! حرمین میں اس طرح کے گناہوں سے بچیں۔ آپ اپنی تمام تر توجہ عبادات میں رکھیں، یہاں تو اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اس کے ظرف سے زیادہ اپنی شان کے مطابق دینا ہے۔ مگر لینے والے کو بھی اپنی جھولی ہر وقت تیار رکھنی چاہئے۔ اس لئے اپنے معمول میں نوافل، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین اور کثرت سے طواف بیت اللہ و تلاوتِ قرآن کے علاوہ اپنی قضا نمازیں بھی شروع کردیں۔ حرم کی برکت سے ثواب لاکھوں کا ملے گا۔ میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھا کہ وہ حرمین میں صلوٰۃ التسبیح کا خاص اہتمام کرتے تھے، آپ بھی کوشش کریں کہ کم از کم ہر روز ایک مرتبہ صلوٰۃ التسبیح ضرور پڑھیں۔ اپنی ضروریات زندگی خریدنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس میں محو ہو جانا غلط ہے۔ نماز باجماعت کا خاص خیال رکھیں، کہیں ہماری ذرا سی کوتاہی سے کوئی فرض نماز نہ فوت ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''میری مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔ البتہ مسجد الحرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں سے بھی بڑھ کر ہے۔'' اس لئے زائرین محترم! مسجد حرام میں نمازوں کا خاص اہتمام کریں، تاکہ سیر و تفریح میں مسجد کی نماز نہ چھوٹ جائے۔ مسجد حرام کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے، لیکن عام مسجد میں جماعت سے پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے، اس طرح ایک دن کی پانچ نمازوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حساب لگایا جائے تو ایک کروڑ پچیس لاکھ نمازوں کے برابر ہوتی ہیں۔ بے کراں رحمتیں! بے حد و حساب عنایات! میرے ایک دوست کے بقول: ''اس حساب سے مسجد الحرام کی ایک نماز کی فضیلت، پچپن سال چھ ماہ بیس دن کی نمازوں کے برابر بنتی ہے اور ایک دن کی پانچ نمازوں کا ثواب دو سو ستر سال نو مہینے دس دن کی نمازوں کے برابر ہے۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مسجد الحرام کی فضیلت اور اس کے درجہ و مقام کو واضح کرتا ہے۔

اب زائرین خانہ کعبہ کا الوداعی طواف کرتے ہوئے، میزاب رحمت کے عین نیچے بارش انوار میں جل تھل ہوتے ہوئے ملتزم سے لپٹ کر آہ و زاری کرتے ہوئے، حطیم میں نوافل ادا کرتے ہوئے زمزم کے گلاس بھر بھر کے پیتے اور حاضری کی لذتوں سے سرشار ملتزم کے عین سامنے سے گزرتے ہوئے زائرین دوبارہ حاضری کی عرضیاں چھوڑ جائیں گے۔ حرمین شریفین کی حاضری کچھ ایسی ہے کہ کارواں آتے، کچھ دن رکتے، پھر اپنی منزلوں کو نکل جاتے ہیں۔ حرم پاک کے مسافر ایک دن اپنے سجدے حرمین شریفین کی آغوش میں چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ حرمین ان ہی سجدوں کو سمیٹ کر اپنے توشہ خانے میں رکھ لیتے، مسافر کو حاضری کی سند دے کر رخصت کرتے اور نئے آنے والوں کی دلداری میں لگ جاتے ہیں۔

سفر مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی: ''اے اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں مکہ سے بھی بڑھا دے۔'' رسالت مآب کی یہ دعا، دعائے خلیل کی طرح اللہ کے حضور قبول ہوئی۔ اب مکہ کی محبت کے ساتھ ساتھ مدینہ کی محبت بھی ہر مسلمان کا سرمایہ ہے اور دعائے رسولؐ کے عین مطابق بعض حالتوں میں مکہ سے بھی فزوں۔ ایک محبت قاعدوں اور قرینوں کی پابندیوں کے اندر نہر کے آب رواں کی طرح ہے اور دوسری دریا کی متلاطم لہروں کی مانند کناروں سے چھلکتی ہوئی۔ ایک حواس خمسہ کے بطن سے پھوٹتی خرد جیسی' دوسری حد فہم و ادراک سے گزر جانے والے عشق و جنوں کی طرح۔ خالق ارض و سما نے یقیناً ازل سے ہی خاک مدینہ کے لئے دائمی عظمتیں اور نعمتیں مقدر کردی تھیں۔ لاریب اسلام مکہ کی گھاٹیوں پہ اترا لیکن اس آفتاب جہاں تاب کی کرنیں مدینہ کے افق سے پھوٹیں۔ کیا شہر دلبر ہے کہ نبی کریمؐ کی دعاؤں میں رچ بس گیا اور کیا مقام ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان دعاؤں کی پوٹلیاں باندھے دربار رسالت مآبؐ میں حاضری دیتے اور تسکین قلب و جاں کی جھولیاں بھر بھر کے لے جاتے ہیں۔ مدینہ سنگ و خشت کی بستی نہیں' کہنے کو ایک شہر سہی لیکن یہ ایک

احساس' ایک روح ایک خیال' ایک جذبہ ایک محبت اور ایک وارفتگی ہے۔ یہ وہ شہر جاناں ہے جس کا محکمہ موسمیات کے زاویوں اور درجہ حرارت کے پیمانوں سے کوئی تعلق نہیں اسکے اپنے موسم اپنی آب وہوا ہے۔ خطہ ارض پہ آباد ساری بستیوں، سارے قصبوں، سارے شہروں سے جدا، یہی آب و ہوا دوردور کی بستیوں میں بیٹھے کروڑوں افراد کے دلوں پہ دستک دیتی اوران کے خوابوں میں تمنا کی نیلم پری بن جاتی ہے۔

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے شمال میں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کا یثرب یااثرب کہتے تھے۔ بعض روایات میں اس نام کی ممانعت آئی ہے۔ چونکہ یثرب کے نام میں ذلت اور خاک آلودگی کے معنی تھے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کومدینہ سے بدل دیا۔ قرآن مجید میں اکثر جگہ اسی نام سے ذکر ہے۔ مثلاً ومن اھل المدینہ مردوا۔ اسی کی برکت ہے کہ اس کے تمدن سے دنیا کے ہر خطہ نے سبق لیا۔ مدینہ کے چورانوے نام ہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بہت سے فضائل بیان کیے ہیں، مگر مدینہ منورہ کے شرف ومجد کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ سرداردو عالم حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ومدفن ہے۔

سرور کائنات فخر موجودات تاجدار مدینہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بالاجماع اعظم قربات اور افضل طاعات سے ہے اور ترقی درجات کے لئے سب وسائل سے بڑا وسیلہ ہے۔ بعض علماء اہل وسنت نے واجب کے قریب لکھا ہے۔ خود رسالت مآب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی ترغیب دی ہے اور باوجود قدرت کے زیارت نہ کرنے والوں کو بے مروت اور ظالم فرمایا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس دولت سے نوازا جائے اور بدبخت ہے وہ شخص کہ باوجود قدرت ووسعت کے اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ترجمہ: جوشخص میری زیارت کرے گا قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا، ترجمہ: ''جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت میرے مرنے کے بعد کی تو اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔'' (مشکوٰۃ)

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پرواجب ہوگئی۔'' (رواہ الدار قطنی والبزار فتح القدیر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جوشخص حج کے لئے مکہ جائے پھر میرا قصد کرکے میری مسجد میں آئے، اس کے دوحج مقبول لکھے جاتے ہیں۔''

ان روایات میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے حد درجہ زیارت کی ترغیب دی ہے اس لئے تمام مسلمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جائیں اور روضۃ اطہر کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں اور دل کے لئے سکون وراحت حاصل کریں۔

مدینہ کا سفر ہے اور میں نمدیدہ نمدیدہ

آیئے اب ہم اپنے آقا کے دیار کی طرف روانہ ہوتے ہیں، علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جب مدینہ منورہ کا سفر شروع کرے تو زیارت کی نیت کے ساتھ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی بھی نیت کرے۔ اور جب مدنیہ منورہ کی طرف چل دے تو راستے میں درود شریف کثرت سے پڑھے بلکہ فرائض اور ضروریات سے جووقت بچے سب اسی میں صرف کرے اور خوب ذوق شوق سے اور اظہار محبت میں کوئی کمی نہ چھوڑے۔

اس سفر میں عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ جب زائرین گاڑی یا بس کے ذریعے سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوتے ہیں تو آدھے سفر کے بعد نیند کی وادی میں گم ہوجاتے ہیں، انہیں اٹھایا بھی جاتا ہے مگر اتنی غنودگی ہوتی ہے کہ ہوش نہیں رہتا، اس لئے زائرین کوشش کریں کہ جب گاڑی مدینہ منورہ کے قریب پولیس چوکی پر رکے تو وہ نیند کو خیر باد کہہ کر ہوش کی دنیا میں واپس آئیں اور اپنے اردگرد دیکھیں کہ آپ بس کچھ ہی لمحوں میں اس وادی میں داخل ہو رہے ہیں جسے بطحا، طیبہ اور مدینہ منورہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ زائرین جب مدینہ منورہ میں داخل ہوں تو خوب خشوع وخضوع اور کثرت سے درود وسلام پڑھیں اور جب مینار نظر آنے لگیں تو یہ دعا پڑھیں: ''اللھم ھذا حرم نبیک فاجعلہ لی وقایۃ من النار واماناً من العذاب وسوء الحساب'' ترجمہ: اے اللہ! یہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہے اس کو میری جہنم سے خلاصی کا ذریعہ بنادے اور امن کا سبب بنادے اور حساب سے بری کردے۔

مدینہ منورہ شہر میں داخل ہوکر کوشش کریں جلد از جلد مسجد نبوی میں حاضر ہوجائیں مگر اس سے پہلے آپ غسل اور کپڑے تبدیل کرکے خوشبو لگا کر مسجد میں داخل ہوں، ویسے تو علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے یہ اہتمام کریں، مگر آج کل شہر میں داخلے سے پہلے یہ اہتمام ممکن نہیں۔ کیونکہ زائرین کی گاڑی یا بس والے صرف ایک مرتبہ گاڑی کو نماز یا کھانے کے لئے روکتے ہیں ورنہ وہ کہیں بھی رکنے پر تیار نہیں ہوتے اُن کی کوشش ہوتی ہے جلد از جلد اپنی سواریاں اتار کر وہ واپس مکہ مکرمہ اور سواریاں لے کر چلے جائیں۔ اس لئے زائرین مدینہ منورہ میں اپنی رہائش گاہ پہنچ کر غسل اور کپڑے تبدیل کرکے اہتمام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر حاضر ہوں۔

مسجد نبوی میں کسی بھی دروازے سے داخل ہوجائیں۔ جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوں تو نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ داہنا پاؤں پہلے داخل کرے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم صلی علی محمد وصحبہ وسلم اللھم اغفرلی ذنوبی

والفتح لی ابواب رحمتک ۔" ترجمہ: "اے اللہ! صلاۃ وسلام بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اُن کے اصحاب پر ۔اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔" داخل ہو کر اعتکاف کی نیت کر لیں: یا اللہ! میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں جب تک مسجد میں رہوں، اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھیں، مگر اس بات کا خیال رکھیں کہ مکروہ وقت نہ ہو۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ دو رکعت شکرانہ کے بھی ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں آنے کی سعادت عطا کی۔ زائرین اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ آپ کی مسجد میں حاضری کے وقت اگر فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو یا نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے فرض نماز ادا کرے۔ تحیۃ المسجد بھی اسی نماز میں ادا ہو جائے گی۔ تحیۃ المسجد یا فرض نماز کی ادائیگی کے بعد روضہ اطہر پر حاضری دیں اور درود وسلام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کریں۔

سلام پیش کرنے کے لئے آپ باب السلام سے داخل ہوں، پہلے کے مقابلے میں آج کل زائرین کا رش زیادہ ہوتا ہے اس لئے ادب ملحوظ خاطر رہے، مواجہ شریف آپ کے بائیں (اُلٹے) ہاتھ پر آئے گا، روضۃ الرسول کی سنہری جالیوں میں تین گول دائرے بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبروں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پہلے جو بڑا دائرہ ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرام گاہ کے نشان ہیں۔

آپ نظریں جھکا کر آہستہ آواز سے درود وسلام پڑھتے ہوئے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئیں، خیال رہے یہ وہ بارگاہ عالی ہے جہاں جبریل امین آتے تھے اور فرشتے اس عالی مقام پر باادب حاضر ہوتے تھے۔ دیکھنا کوئی بے ادبی نہ ہو جائے یہ خاتم رسول، سرور انبیاء، شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی آرام گاہ ہے۔ نہایت ادب و تواضع، عجز وانکسار، خشیت ووقار کے ساتھ مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوں، قبلہ کی طرف پشت کر کے نظریں نیچے رکھیں (اب گویا آپ چہرہ انور کے سامنے دربار رسالت میں کھڑے ہیں) اِدھر اُدھر بھی نہیں دیکھیں، آپ یہ تصور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سلام وکلام کو سن رہے ہیں، نہ زیادہ زور سے اور نہ بالکل آہستہ آواز سے سلام پیش کریں بلکہ درمیانی آواز سے سلام ودرود پیش کریں۔ آج کل زائرین کو اس جگہ زیادہ ٹھہرنے نہیں دیا جاتا، جلدی لوگوں کو باہر نکال دیا جاتا ہے، اس لئے کوشش کریں کہ آپ بہت زیادہ آگے نہ جائیں تھوڑا پیچھے کی جانب ہو کر اپنا سلام پیش کریں، سلام کے لئے آپ کوئی چھوٹی کتاب رکھ لیں، سلام کے لئے زیادہ وقت نہ ملے تو مختصر سلام پیش کریں۔ چند جملے یاد کر لیں اور یوں سلام پیش کریں۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا خیر خلق اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا خاتم الانبیاء۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید الانبیاء ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اگر کسی کو یہ الفاظ پورے یاد نہ ہوں یا زیادہ وقت نہ ہو تو جتنا کہہ سکتا ہو کہہ لے، کم سے کم مقدار: السلام علیک یارسول اللہ کے ہیں۔

ہمارے بزرگوں نے یقینی قبولیت کا سلام بارگاہ عالی میں پیش کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جواب بھی عنایت فرمانے کا بتایا تھا کہ ستر (70) مرتبہ "صلی اللہ علیک وسلم یاسیدی یارسول اللہ" ٹھہر ٹھہر کر سکون ومحبت کے ساتھ پڑھیں تو ان شاء اللہ سلام منظور ہوگا۔

کسی نے آپ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کرنے کی درخواست کی ہو تو اس کا سلام بھی اپنے سلام کے بعد عرض کریں۔ وہ سلام اس طرح پیش کریں۔ السلام علیک یارسول اللہ یا رسول اللہ من فلان بن فلان یستشفع بک الی ربک۔ فلاں بن فلاں کی جگہ اس شخص کا نام مع ولدیت لیں جس کی طرف سے آپ سلام پیش کر رہے ہیں۔ اگر بہت سے لوگوں کی طرف سے سلام پیش کرنا ہے اور نام یاد نہیں یا تنگی وقت کا ڈر ہے تو سب کی طرف سے اس طرح سلام عرض کریں۔ السلام علیک یارسول اللہ من جمیع من اوصانی بالسلام علیک یا رسول۔

بعد از سلام اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد درود شریف پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعا کریں اور شفاعت کی درخواست کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گڑگڑا کر عرض کریں: ہم آپ کے گناہ گار اُمتی ہیں، ہماری تمام زندگی معصیت میں گزری حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری روز قیامت شفاعت فرمائیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت نہ فرمائی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں دل کی تمام حسرتیں فرمائشیں پیش کر لیں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ کبھی آنسوؤں کی زبان سے، کبھی ذوق وشوق کی زبان میں عرض کریں اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، اپنی

آل اولاد کے لئے، احباب واقارب اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت، خاتمہ بالخیر اور مغفرت کی دعا کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے فارغ ہوکر ایک قدم داہنی (سیدھے ہاتھ) کی طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس طرح سلام پیش کریں۔

السلام علیک یا سیدنا ابابکر الصدیق. السلام علیک یا خلیفة رسول اللہ علی التحقیق. السلام علیک یاصاحب رسول اللہ ثانی اثنین اذھما فی الغار. السلام علیک یااول الخلفا وتاج العلماء وصھر النبی المصطفی ورحمة اللہ وبرکاتہ.

پھر ایک ہاتھ اور داہنی طرف ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو سلام پیش کریں۔ السلام علیک یا عمر بن خطاب. السلام علیک یا ناطقاً بالعدل والصواب.

السلام علیک یا حفی المحراب.

السلام علیک یا ثانی الخلفا وتاج العلماء وصھر النبی المصطفی ورحمة اللہ وبرکاتہ.

دونوں حضرات کے سلام سے فارغ ہوکر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوکر کئی مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اب تھوڑا سا آگے ہوکر اپنا رخ قبلے کی جانب کرکے خوب خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں کریں۔ یارسول اللہ ہماری اس حاضری کو قبولیت کی دعا فرمادیجئے، یا نبی اللہ بار بار آنا نصیب ہو، جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو، یارسول اللہ! روز محشر آپ کی شفاعت کے امیدوار ہیں، مہربانی فرما کر شفاعت فرمانا، یارسول اللہ! ہم پناہ کے طلبگار ہیں ہمیں اپنی امان اور پناہ میں اللہ کے پاس رکھنا، یا نبی اللہ ہم گناہوں کا بوجھ لادے اپنی عمر ضائع کردی چھوٹے بڑے گناہ ظاہر باطن کے بھی، اعلانیہ اور خفیہ بھی، دانستہ اور نادانستہ ہم ملامت کے قابل ہیں۔ یارسول اللہ! آپ دستگیری فرمادیجئے، یارسول اللہ! ہم اپنے تمام گناہوں سے آپ کے سامنے توبہ کرتے ہیں، آپ مہربانی فرما کر ہمارے اوپر احسان فرما کر ہمارے گناہوں کو بخشوادیجئے، یارسول اللہ! آپ سب سے اچھا سلوک کرنے والے اور نرم دل ہیں، آپ ہواؤں سے بھی زیادہ سخی ہیں، یارسول اللہ! آپ رحمۃ اللعالمین ہیں رحم فرمایئے، ادنیٰ امتی گناہ گار نابکار اپنے گناہوں پر شرمسار آپ کی شفاعت کا امیدوار آپ کے سامنے حاضر ہے۔ آپ نے کبھی کسی کو محروم نہیں کیا، یارسول اللہ! ہمیں بھی محروم نہ رکھنا ہماری ساری خطائیں بخشوا دیجئے، اے خاتم رسول! ہم چھوٹے بڑے تمام کاموں میں جو دین ودنیا آخرت سے متعلق ہوں، آپ کی سفارش اور شفاعت کے طالب ہیں۔

اے دوجہاں کے سردار! اے ہمارے مولا یارسول اللہ! آپ دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے صراط المستقیم پر ثابت قدمی ہم سب کو اور ہمارے اہل وعیال کو نصیب ہوجائے۔ مہربانی فرما کر ضرور دعا فرمادیجئے۔ یارسول اللہ! ہم نے یہاں کا حق ادا نہیں کیا، ہم اقرار کرتے ہیں کہ بے ادبیاں، گستاخیاں، غلطیاں کوتاہیاں ہوئی ہیں اپنے انتہائی کرم سے ہمیں معاف فرمادیجئے۔ ہم سے خوش اور راضی رہئے۔ مہربانی فرما کر ناراض نہ ہوئیے۔ آپ راضی وخوش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ بھی راضی اور خوش ہوں گے۔ مہربانی فرما کر ہم ناکاروں سے راضی رہئے۔ یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ آپ کی منشا اور سنت کے مطابق زندگی بسر ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ نفس اور شیطان کی شرارتوں اور فتنوں سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

آپ حضرات کو یہ بات یاد رہے کہ مواجہ شریف پر جب رش زیادہ ہو تو وہاں کے نگران اور محافظ لوگوں کو ٹھہرنے بالکل بھی نہیں دیتے اور فرض نمازوں کے بعد تو بہت ہی رش ہوتا ہے، اس لئے آپ حضرات نماز ختم ہونے کے کچھ دیر بعد جب رش کم ہوجائے تو سلام کے لئے جائیں تاکہ آپ زحمت سے بھی بچیں اور یکسوئی وسکون سے سلام پیش کرسکیں۔

علما فرماتے ہیں کہ جب بھی روضہ شریف کے باہر سے گزریں تو بھی سلام ودرود شریف پڑھیں۔ مسجد نبوی میں رہتے ہوئے حجرہ شریف کی جانب اور جب مسجد سے باہر ہو تو قبہ شریف جہاں سے نظر آتا ہو بار باراس کو دیکھنا بھی باعث ثواب ہے۔

زائرین کرام! مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب آتا ہے اور امام مالکؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہو تو اس کے لئے دوزخ سے برأت لکھی جائے گی اور عذاب ونفاق سے بھی برأت لکھی جائے گی۔

اس لئے یہاں پر آپ نمازوں کا اہتمام رکھیں اور نوافل، تلاوت قرآن شریف اور ورد ودرود شریف کی بھی خاص الخاص ترتیب بنائیں اور اگر ممکن ہوسکے تو اعتکاف بھی کریں، آپ کو پروردگار نے ایک موقع دیا ہے اپنے اور اپنے حبیب کے دربار میں حاضری کا اس سے پورا فائدہ اٹھائیں، یہ مت سوچئے کہ بعد میں آئیں گے تو یہ کام، وہ کام کرلیں گے، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کب آپ سے رخصت ہوجائے اور آپ عرق ندامت میں غرق رہ جائیں۔ محترم اس حاضری کی قدر کیجئے، یہاں کے جو چند قیمتی دن زندگی کو میسر آئے ہیں۔ اس کو سونے گھومنے پھرنے میں ضائع نہ کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ! ہماری دنیا تو دنیا آخرت بھی سنور جائے گی۔

(جاری ہے)

تکمیل رسالت کے عملی تقاضے

"ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے" کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کا زیر نظر خطاب ۲۳ر جون ۲۰۰۲ء کو لاہور کے الحمرا ہال نمبر میں ہوا۔ افادۂ عام کے لئے نذر قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

قسط:۴

ختم نبوت کے قانونی تقاضے:

ختم نبوت کا یہ پہلو کہ جس شخص نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ہے یا کرے گا، وہ کذاب، دجال، جھوٹا، کافر، مرتد اور واجب القتل ہے، یہ اس کا قانونی تقاضا ہے۔ چنانچہ عالم اسلام میں اس سے پہلے جب بھی کسی نے ایسا دعویٰ کیا تو جب تک مسلمانوں کی حکومتیں تھیں ایسے افراد کو قتل کردیا گیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد مسیلمہ کذاب اور جو دوسرے بڑے بڑے مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے تھے، ان کے خلاف جہاد کیا گیا اور انہیں تہہ تیغ کیا گیا۔

اب بھی کوئی بہائی ایران میں نہیں رہ سکتا، سب وہاں سے بھاگ چکے ہیں، کوئی وہاں آئے گا تو قتل کردیا جائے گا۔ لیکن بدقسمتی سے غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے وقت ہندوستان میں انگریز کی حکومت تھی، لہٰذا ہر شخص کو کھلی چھوٹ تھی۔

اکبر الٰہ آبادی نے بڑے خوبصورت الفاظ کے اندر وہ نقشہ کھینچا ہے:

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو آئیں، وہ تانیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ!!

اگر اسلامی حکومت ہوتی یا مسلمان حکومت ہی ہوتی تو مرزا کو یہ جرأت نہ ہوتی۔ مسلمان حکومتوں کے دوران جس نے "انا الحق" کہا (منصور) وہ سولی چڑھا دیا گیا اور جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا وہ قتل کر دیئے گئے، لیکن یہاں انگریز کی حکومت تھی۔

جس میں کھلی چھوٹ تھی کہ چاہو تو خدائی کا دعویٰ کردو، نبوت کا دعویٰ کردو، رسالت کا دعویٰ کردو، کوئی پوچھنے والا نہیں، کوئی پکڑنے والا نہیں، کسی دارو گیر کا کوئی اندیشہ ہی نہیں۔

اسی زمانے میں غلام احمد قادیانی نے ایک دعوتی خط امیر کابل کو لکھا کہ وہ اس کی نبوت پر ایمان لائیں۔ جب وہ خط وہاں پہنچا تو امیر کابل نے اسی خط پر دو الفاظ لکھ کر خط واپس کردیا:

"ایں جا بیا"۔ یعنی ذرا یہاں آؤ!! یہاں آکر تم نبوت کا دعویٰ کرو تو پتہ چل جائے کہ کس بھاؤ بکتی ہے۔ تم انگریز کی چھتری تلے بیٹھے ہوئے دعوے کر رہے ہو اور انگریز تمہاری پشت پناہی کر رہا ہے۔ تم نے جہاد کو ختم کردیا، حرمت قتال کا فتویٰ دے دیا۔

انگریز کو اور کیا چاہیے؟ Glad Stone۔ جبکہ برطانیہ کا وزیراعظم تھا، اس نے اپنی پارلیمنٹ میں قرآن کو لہرا کر کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا، یہ تو جہاد اور قتال کی بات کرتی ہے۔

تو انگریز کو اور کیا چاہیے تھا کہ اگر کوئی اس قتال کو منسوخ کردے اور مسلمانوں میں سے جذبہ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کو نکال دے تو اس سے بڑی اور کیا خدمت ہوگی!! امیر کابل کے دو لفظی جواب میں یہ پیغام مضمر تھا کہ اگر تمہیں یہ دعوت دینی ہے تو ذرا یہاں آکر مجھے دعوت دو تاکہ تمہارے چودہ طبق روشن ہوں اور تمہیں معلوم ہو کہ اس دعویٰ کرنے کا مطلب کیا ہے!!

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم پر اللہ کا بڑا کرم ہوا تھا کہ اس ملک میں ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار پانے کا فیصلہ ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ بہت ہی مبارک فیصلہ تھا۔ اس کے لئے جو تحریک اٹھی وہ بھی بہت ہی عمدہ تھی، بہت پرامن تھی، بہت منظم تھی۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اس کے قائد تھے۔ کوئی سیاسی لیڈر اس میں نمایاں نہیں تھا، خالص دینی تحریک تھی۔

پھر اس وقت ہمارے ہاں حکمران ذوالفقار علی بھٹو تھا جو خالص سیکولر ذہن کا آدمی تھا، اور قادیانیوں نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں اس کی حمایت کی تھی۔ قادیانی سمجھتے تھے کہ وہ ہمارا اپنا آدمی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بہترین طریقے سے، جس پر اعتراض کیا ہی نہیں جاسکتا، پارلیمنٹ کے ذریعے سے فیصلہ کرایا۔

کوئی آرڈی نینس، کوئی حکم یا فرمان جاری نہیں ہوا تھا۔ پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی بنائی گئی اور قادیانیوں اور لاہوریوں کو اپنا موقف کھل کر پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔

ان دونوں گروہوں کے سرکردہ لوگوں نے اس کمیٹی کے سامنے پیش ہوکر بیانات دیئے اور وضاحت سے اپنا موقف بیان کیا۔ اس وقت ان کا خلیفہ مرزا طاہر احمد کا غالباً بڑا بھائی مرزا ناصر احمد تھا۔

اس نے کہا کہ غلام احمد قادیانی کو ہم ڈنکے کی چوٹ پر نبی مانتے ہیں۔ لہٰذا اس کے بعد پارلیمنٹ نے فیصلہ کیا کہ یہ غیر مسلم ہیں۔

یہ ایک صحیح فیصلہ تھا، لیکن یہ فیصلہ ادھورا تھا۔ اس لئے کہ اس فیصلے سے قادیانیت کے فتنے کو کوئی گزند نہیں پہنچا ہے۔ غیر مسلم قرار دیئے جانے کے فیصلے کے باوجود وہ فتنہ جوں کا توں پنپ رہا ہے، جوں کا توں پھل رہا ہے اور اپنے سرطان کی جڑیں ہمارے معاشرے میں پھیلا رہا ہے۔

ویسے تو عالمی سطح پر انہیں بڑی سرپرستی حاصل ہوگئی ہے، پوری مغربی دنیا ان کی سرپرستی کررہی ہے، لیکن اندرون ملک بھی اس فتنے کا قلع قمع اگر ہوسکتا تھا تو صرف اس وقت جبکہ اس فیصلے کا جو قانونی اور منطقی تقاضا ہے، وہ بھی پورا کیا جاتا، اور وہ یہ کہ مرتد کی سزا قتل نافذ کی جاتی۔ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدعیان نبوت سے قتال کیا گیا، اور اسلامی تاریخ میں جتنے بھی لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے انہیں ہمیشہ قتل کیا گیا۔ لہٰذا مرتدین کی سزا قتل جب تک نافذ نہیں ہوگی، اس فتنے کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔

بلکہ وہ تو اس فیصلے کے بعد اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں اور دنیا کے سامنے مظلوم کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، اور آپ جتنے چاہیں آرڈی نینس نافذ کر لیں لیکن وہ سارے اسلامی شعائر استعمال کرتے ہیں۔

ان کے ہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ مسجد کی شکل نہیں بنا سکتے، ماڈل ٹاؤن میں ایک بڑی کوٹھی کے اندر ان کا جمعہ ہوتا ہے۔ ان کے عید کے اجتماعات ہوتے ہیں۔ وہ سارے شعائر اسلامی کو استعمال کررہے ہیں اور الٹا مظلومیت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔

جیسے دنیا میں یہودیوں نے Holocaust کی مظلومیت کا لبادہ اپنے اوپر اوڑھا ہوا ہے کہ ہم جو چاہیں نوع انسانی پر ظلم کرلیں یہ ہمارا حق ہے، اس لئے کہ ہم نے Holocaust کی صورت میں بہت بڑا ظلم سہا تھا۔

جرمنوں نے ہمارے ساٹھ لاکھ آدمی ختم کر دیئے تھے، تو ہم اگر آٹھ، دس لاکھ فلسطینی اور دوسرے مسلمانوں کو قتل کر دیں گے تو کون سی بڑی بات ہے؟۔ اسی طرح قادیانیوں نے مظلومیت کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔

ہونا یہ چاہیے تھا کہ جس روز بھی یہ فیصلہ ہوا، ساتھ ہی واضح کردیا جاتا کہ آج کی اس تاریخ سے پہلے پہلے جو قادیانی ہیں وہ تو اقلیت قرار پائیں گے لیکن اس فیصلے کے نفاذ کے بعد جو شخص بھی قادیانیت اختیار کرے گا اس پر قتل مرتد کی حد جاری کی جائے گی۔ جب تک یہ نہیں ہوگا، اس فتنے کا استحصال تو دور کی بات ہے، اس کو کوئی گزند بھی نہیں پہنچ سکتا۔

تکمیل نبوت کے دو مظاہر:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کامل ہوئی اور آپ پر رسالت کامل ہوئی، ان دونوں باتوں کو اب میں علیحدہ علیحدہ بیان کررہا ہوں، ذرا اس کو سمجھ لیجئے۔ دراصل نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔

ہر رسول لازماً نبی بھی ہے مگر ایسا نہیں کہ ہر نبی لازماً رسول بھی ہو۔ نبی اور رسول میں فرق کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ اس فرق کی بنیاد کیا ہے، یہ میرا اس وقت کا موضوع نہیں ہے، لیکن جو شخص نبی بھی ہے اور رسول بھی ہے اس کی شخصیت میں جو دونوں چیزیں جمع ہوگئیں ان کی باہمی نسبت کیا ہے؟۔

دیکھئے نبوت اللہ تعالیٰ سے لینے والا پہلو ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے Receive کرنا، وحی حاصل کرنا، وحی کو وصول کرنا، یہ نبوت ہے۔ جبکہ رسالت ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دینا عوام تک ابلاغ اور تبلیغ کا حق ادا کر دینا تو ایک پہلو نبوت ہے دوسرا پہلو رسالت ہے۔ نبوت وہ کھڑکی ہے جہاں سے وحی آرہی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کا نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) وصول کررہا ہے۔ اب اس کا کام بحیثیت رسول اس وحی کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔

چنانچہ فرمایا گیا:

"یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک"۔

ترجمہ: "اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پہنچا دو جو کچھ بھی نازل کیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف سے"۔

"وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ"۔ (المائدۃ:۶۷)

ترجمہ: "اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کریں گے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا"۔

نبوت کی تکمیل کے دو مظاہر ہیں اور اس کے لئے میرے نزدیک قرآن مجید کی جو متعلقہ (Relevent) آیت ہے وہ الفاظ قرآن مجید میں تین مرتبہ آئے ہیں، سورۃ التوبۃ میں، سورۃ الفتح میں اور سورۃ الصف میں:

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"۔

ترجمہ: "وہی ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو الھدیٰ (قرآن مجید) اور دین حق دے کر تاکہ اسے کل جنس دین پر غالب کردے"۔

یہاں قرآن مجید کے لئے ''الہدیٰ'' کا لفظ آیا ہے، یعنی The Total Guidance, Final Guidance...اور ''الہدیٰ'' اور ''دین الحق'' کے درمیان حرف عطف ''وٗ'' آیا ہے۔ یعنی یہ دو چیزیں الہدیٰ اور دین حق دے کر بھیجا۔ کس لئے بھیجا؟

''لیظہرہ علی الدین کلہ۔''

تا کہ وہ غالب کر دے اسے تمام ادیان پر، تمام نظاموں پر، پورے کے پورے جنس دین پر۔ اس کے بعد دو جگہ: ''ولو کرہ المشرکون'' کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ''خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناپسند ہو۔'' اور ایک جگہ آیا: ''وکفیٰ باللہ شہیداً۔''

''اور اللہ کافی ہے بطور گواہ (مددگار)۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دو چیزیں دی گئیں، الہدیٰ (قرآن مجید) اور دین حق، نوٹ کیجئے کہ یہ دونوں چیزیں ابتداء سے چلی آرہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا تو ساتھ ہی فرما دیا گیا:

''فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔'' (البقرۃ:۳۸)

ترجمہ: ''پھر جو بھی تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت آئے تو جو لوگ اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہوگا۔''

تو ہدایت کا سلسلہ حضرت آدم کے ساتھ شروع ہو گیا، لیکن جیسے جیسے بحیثیت نوع انسانی کے شعور نے ترقی کی اور ذہنی اور فکری سطح بلند ہوئی ویسے ہی اس ہدایت کے اندر بھی ارتقاء ہوتا چلا گیا۔

ظاہر بات ہے کوئی بچہ اگر پرائمری کا طالب علم ہے اور آپ اس کیلئے پی۔ایچ۔ڈی ٹیچر رکھ دیجئے تو کیا وہ اسے پی۔ایچ۔ڈی کی تعلیم دے گا؟۔ یا ایم۔اے کا نصاب پڑھائے گا؟ نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ ابھی عہد طفولیت میں ہے اور اس کے لئے ایک خاص حد سے آگے بات کا سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ تو نوع انسانی جب تک عہد طفولیت میں تھی ہدایت بلکہ ہدایات آتی رہیں کہ یہ کرو، یہ نہ کرو۔ نوٹ کیجئے، میں یہاں ''ہدایت'' کی جگہ ''ہدایات'' کا لفظ استعمال کر رہا ہوں۔

اس لئے کہ تورات ''احکام عشرہ'' (Ten Comandments) پر مشتمل تھی کہ یہ Dos ہیں اور یہ Donts ہیں، یہ تمہیں کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا ہے۔ جب تک نوع انسانی شعور کے اعتبار سے، اپنے فلسفیانہ فکر کے اعتبار سے، اپنے ذہن اور شعور کی ارتقائی منازل کے اعتبار سے Mature نہیں ہوگئی تو اس عبوری دور (Interim Perriod) کے لئے ہدایات آتی رہیں کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو، لیکن جب نوع انسانی شعور کے اعتبار سے بلوغ کو پہنچ گئی تو اسے ہدایات کے بجائے ہدایت کاملہ عطا کردی گئی۔

تاریخ اور فلسفہ کے ماہرین خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ نوع انسانی کا فلسفیانہ شعور (Philosophical Consciousness) بارہ سو سال میں ترقی کی منازل طے کرتا ہوا اپنے بلوغ کی منزل کو پہنچا ہے۔ یہ دور ۶۰۰ قبل مسیح سے شروع ہو کر ۶۰۰ بعد مسیح پر ختم ہو گیا۔

سارے کے سارے فلسفے انہی بارہ سو سالوں میں پیدا ہوئے۔ سقراط، افلاطون اور ارسطو بھی اسی دور میں پیدا ہوئے اور گوتم بدھ، مہاویر، کنفیوشس اور تاؤ بھی اسی دور میں پیدا ہوئے۔ اس بارہ سو سالہ دور میں انسان کا ذہنی، خاص طور پر فلسفیانہ شعور اپنی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے پختگی (Maturity) کی آخری حد کو پہنچ چکا تھا۔

یاد رہے پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا ذکر کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے، جب میں کرشن نگر میں پریکٹس کرتا تھا تو وہ شام کو میرے پاس آکر بیٹھ جایا کرتا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ پھلجڑیاں ہوتی تھیں جو ان کے منہ سے نکلتی تھیں، جو گویا فلسفیانہ اور تاریخی معلومات اور مذہبی مسائل کا ایک خزانہ تھا۔

ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ ۶۰۰ قبل مسیح سے ۶۰۰ بعد مسیح تک جتنے مذاہب اور جتنے فلسفے پیدا ہونے تھے ہو چکے، اس کے بعد کوئی نیا مذہب یا نیا فلسفہ دنیا میں نہیں آیا۔ یہ تو پرانی شراب ہے جو نئے لیبلوں کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

اس پر میرا ذہن فوراً منتقل ہوا اور میں نے کہا: چشتی صاحب!! اس کا تو پھر براہ راست تعلق ختم نبوت کے ساتھ ہے۔

کہنے لگے: کیوں؟ میں نے کہا:

''جب انسان جو کچھ از خود سوچ سکتا تھا سوچ چکا تو پھر اسے ہدایت کاملہ سے نواز دیا گیا، اور اگر آپ کہتے ہیں کہ ۶۰۰ عیسوی تک انسان کا فلسفیانہ شعور اپنی پختگی اور بلوغ کو پہنچ گیا تھا تو ۶۱۰ء میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا۔''

''اقرأ باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرأ وربک الاکرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم ○'' (العلق:۱-۵)

اور شاید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلو بہت کم لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

اس اقرأ کی وحی کے آنے سے متصلاً قبل (مدت کا ہمارے پاس تعین نہیں ہے کہ کتنے مہینے یا کتنا لمبا عرصہ لگا ہے) حضور اکرم غار حرا میں جو مراقبہ کیا کرتے تھے وہ کس چیز پر مشتمل ہوتا تھا؟

(جاری ہے)

REGD. NO.

جنت میں گھر بنائیے!

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیرِ اہتمام تعمیر ہونے والی جامع مسجد اقصیٰ

سیکٹر ١٧۔ بی، شاہ لطیف ٹاؤن کراچی، کا تعمیراتی کام تیزی سے جاری ہے

آئیے۔۔۔اس صدقہ جاریہ میں شامل ہوکر آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کیجیے

رابطہ: 0300-9899402، 0321-2277304